ابنِ صفی

جلد نمبر
12

جاسوسی دنیا

36- خطرناک دشمن

37- جنگل کی آگ

38- کچلی ہوئی لاش

جاسوسی دنیا

جلد نمبر 12

36	خطرناک دشمن
37	جنگل کی آگ
38	کچلی ہوئی لاش

ابن صفی

اسرار پبلی کیشنز

الکریم مارکیٹ، مین کبیر سٹریٹ

اردو بازار لاہور۔ فون : 7321970 - 7357022

جملہ حقوق محفوظ

اس ناول کے نام ، مقام، کردار اور کہانی سے
تعلق رکھنے والے اداروں کے نام فرضی ہیں۔

پبلشر..........خالد سلطان
پرنٹر............ہاشم انٹرپرائزز

سیل ڈپو: عثمان ٹریڈرز
الکریم مارکیٹ، مین کبیر سٹریٹ
اردو بازار لاہور۔ فون : 7321970

جاسوسی دنیا نمبر 36

خطرناک دشمن

(مکمل ناول)

مفرور قیدی

وہ ایک تاریک گلی میں گھستا چلا گیا۔ پولیس والے اندھیرے میں ٹھوکریں کھاتے پھر رہے تھے۔ اُن کے ہاتھوں میں دبی ہوئی ٹارچوں کی روشنیاں اندھیرے میں آڑی ترچھی لکیریں ڈالتیں اور پھر غائب ہو جاتیں۔ یہاں کئی گلیاں تھیں اور وہ یہ نہیں دیکھ پائے تھے کہ مفرور کس گلی میں گھسا ہے۔ کئی کئی منزلوں کی سر بفلک عمارتیں تاریک اور سنسان پڑی تھیں۔ البتہ کہیں کہیں آدھ کھلی کھڑکیوں میں گہرے نیلے رنگ کی روشنی دکھائی دے جاتی تھی۔

رات آدھی سے زیادہ گذر چکی تھی اور بستی پر اندھیرے کی حکمرانی تھی۔ سناٹے میں پولیس والوں کے وزنی جوتوں کی آوازیں ڈراؤنی قسم کی گونج پیدا کر رہی تھیں مگر مفرور خود کو محفوظ سمجھ رہا تھا۔ شاید اسے پہلے ہی سے معلوم تھا کہ شہر کے کسی حصے میں وہ تھوڑی دیر کے لئے خود کو محفوظ سمجھ سکے گا۔ شاید وہ جانتا تھا کہ اس حصے کی گلیاں اس کا تعاقب کرنے والوں کی تعداد سے کہیں زیادہ ہیں۔

مفرور کے جسم پر جیل خانے کے قیدیوں کا سا لباس تھا اور چہرے پر گھنی ڈاڑھی تھی۔ سر کے بال بھی بے تحاشہ بڑھے ہوئے تھے اور ان کے درمیان میں شعلوں کی طرح دہکتی ہوئی آنکھیں بڑی خوفناک معلوم ہو رہی تھیں۔

پولیس والوں نے سیٹیاں بجانی شروع کر دی تھیں۔ خطرے کی سیٹیاں شائد وہ اپنے قرب و جوار کے دوسرے ڈیوٹی والوں کو اپنی مدد کے لئے بلانا چاہتے تھے۔

مفرور ان سب سے بے پرواہ.... گندے پائپ کے سہارے عمارت کی اس منزل تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا جہاں اسے ایک کھڑکی میں نیلے رنگ کی روشنی دکھائی دے رہی تھی۔

وہ اتنی آسانی سے اس کھڑکی تک پہنچ گیا جیسے دن رات یہی کرتا رہا ہو۔ کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ اس نے اندر جھانک کر دیکھا۔ کمرے میں سناٹا تھا۔ شاید یہ کسی کی خواب گاہ تھی۔ ایک طرف ایک بڑی سی مسہری تھی جس پر ایک نوجوان عورت سو رہی تھی۔ مفرور بہ آہستگی کمرے میں اتر گیا اور پھر اس نے کھڑکی سے جھانک کر نیچے کی طرف دیکھا۔ اب اس گلی میں بھی پولیس والوں کی ٹارچوں کی روشنیاں نظر آنے لگی تھیں۔ اس نے کھڑکی بند کر دی اور پھر دوسری طرف مڑا ہی تھا کہ اس کا پیر ایک چھوٹی سی میز سے ٹکرا گیا۔ میز الٹ گئی۔ ساتھ ہی سونے والی عورت بھی جاگ پڑی۔

اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئی تھیں اور شاید وہ چیخنے ہی والی تھی کہ مفرور نے جھپٹ کر اُس کا منہ دبا دیا۔ اس کا ایک ہاتھ اس کی گردن پر تھا۔

"اگر چیخیں تو گلا گھونٹ دوں گا۔" اس نے اس کی گردن پر گرفت مضبوط کرتے ہوئے سرگوشی کی۔

عورت نے ہاتھ پیر ڈال دیئے۔ اس کی خوفزدہ آنکھیں مفرور کے ڈراؤنے چہرے پر جم گئی تھیں۔ وہ پلکیں تک نہیں جھپکا رہی تھی۔

"میں چوری کرنے نہیں آیا۔" مفرور نے آہستہ سے کہا۔ "جیل خانے سے بھاگا ہوں۔ ایک بہت بڑا آدمی ہوں۔ پولیس میرے تعاقب میں ہے۔ اگر تم خاموش رہیں تو میں تمہارا شکر گذار ہوں گا۔"

عورت بے حس و حرکت اس کے بازوؤں میں پڑی رہی۔ اس کی سانس پھول رہی تھی۔

"بولو! کیا کہتی ہو! خاموش رہو گی۔" مفرور نے پوچھا۔

عورت نے اثبات میں سر کو خفیف سی جنبش دی۔ مفرور نے اُسے چھوڑ دیا اور وہ ایک بے جان لاش کی طرح مسہری میں گر گئی۔ اس کی بڑی بڑی آنکھیں اب بھی دہشت سے پھیلی ہوئی تھیں اور وہ باز کے پنجوں میں دبی ہوئی کسی ننھی منی سی چڑیا کی طرح ہانپ رہی تھی۔

"یہاں اور کون ہے؟" مفرور نے پوچھا۔

عورت نے پھر نفی میں گردن ہلا دی۔ منہ سے کچھ نہیں بولی۔

"تم اکیلی ہو؟"

اس بار اُس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"چلو ٹھیک ہے۔" مفرور نے اطمینان کا سانس لیا اور گھنی مونچھوں کے نیچے اس کے ہونٹ ذرا سے پھیل گئے۔ شاید وہ مسکرا رہا تھا۔

اب عورت نے اپنے دونوں ہاتھ سینے پر رکھ لئے تھے اور اس کی پلکیں جھپکنے لگی تھیں۔ دوسرے اعضاء بے حس و حرکت تھے۔

"اٹھو! مجھے تمہاری مدد درکار ہے۔" مفرور نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

عورت چپ چاپ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

"تمہارے یہاں کوئی مرد نہیں ہے؟" مفرور نے پوچھا۔

لڑکی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس دوران میں ایک لمحے کے لئے بھی اس کی آنکھیں اس کے چہرے سے نہیں ہٹیں۔

"کہاں ہے؟" مفرور نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

یہ لوگ تیسری منزل پر تھے۔ لیکن نیچے کا شور انہیں صاف سنائی دے رہا تھا۔

پولیس والوں کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی اور اب اُن میں اس بستی کے باشندوں کا بھی اضافہ ہو گیا تھا۔

"لڑکی تم بولتی کیوں نہیں ہو۔" مفرور نے جھنجھلا کر کہا۔

"جی....!" عورت کے حلق سے مری مری سی آواز نکلی۔

"تمہارا آدمی کہاں ہے؟"

"ڈیوٹی پر ہے۔"

"کیا کرتا ہے؟"

"ڈاکٹر....!"

"اوہ اچھا....! غسل خانہ کدھر ہے؟"

عورت نے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

"چلو....!" وہ اُسے شانے سے پکڑ کر آگے کی طرف دھکیلتا ہوا بولا۔

وہ دونوں غسل خانے میں پہنچے۔ مفرور نے روشنی کر کے دروازہ بند کر دیا۔ عورت بُری طرح کانپ رہی تھی۔

"ڈرو نہیں۔" مفرور قیدی مسکرا کر بولا۔ "میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ اگر میں صحیح سلامت نکل گیا تو ہمیشہ تمہارا احسان یاد رکھوں گا۔ بُرے آدمی بھی کبھی نہ کبھی کام آجاتے ہیں۔ پس تم یہیں میرے پاس کھڑی رہو۔"

اُس نے شیلف پر رکھا ہوا ڈاڑھی بنانے کا سامان اٹھایا۔۔۔ اور پھر چند ہی منٹوں بعد وہ عورت اسے تحیر آمیز نظروں سے گھور رہی تھی۔ بے ترتیب بالوں کے جھنکاڑ صاف ہوتے ہی ایک دلکش خط و خال والا صحت مند چہرہ نمایاں ہو گیا تھا۔ مفرور نے اپنے سر کے بال بھی درست کئے اور ایک دلآویز مسکراہٹ کے ساتھ عورت کی طرف مڑا۔

"تمہارا بہت بہت شکریہ! مگر میں ابھی تھوڑی تکلیف اور دوں گا۔ میرے کپڑے۔۔۔۔!"

اُس نے اپنے کپڑوں کی طرف دیکھا اور پھر کہنے لگا۔ "انہیں بھی ٹھکانے لگانا ہے۔ یقین رکھو میں تمہارے شوہر کے کپڑے واپس کر دوں گا۔"

عورت نے آہستہ سے غسل خانے کا دروازہ کھولا اور باہر نکل آئی۔ وہ بھی اس کے پیچھے چلا۔ وہ اسے ایک دوسرے کمرے میں لے آئی۔

"روشنی سے پہلے کھڑکیوں پر پردے کھینچ دو۔ وہ سور رات بھر یہیں سر ٹکراتے رہیں گے۔"

عورت نے کھڑکیوں کے پردے کھینچ کر کمرے میں روشنی کر دی۔

یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ یہاں ایک طرف چھوٹے بڑے کئی سوٹ کیس چنے ہوئے تھے اور سامنے ملبوسات کی الماری تھی جس میں قد آدم آئینہ لگا ہوا تھا۔ اس کے نیچے کئی عدد نئے پرانے جوتوں کی قطار تھی۔ مفرور نے آگے بڑھ کر ایک جوتے میں پیر ڈال دیا۔

"واہ۔۔۔۔ واہ" وہ آہستہ سے بولا۔ "بالکل ٹھیک۔ شاید میرے ستارے ٹھیک ہو گئے ہیں۔ کاش کپڑے بھی مناسب ہوں۔"

"آپ کون ہیں۔" عورت نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"اوہ۔۔۔۔ خیر شکر ہے کہ تم کچھ بولیں تو۔" اجنبی مسکرا پڑا۔ "میں تم سے جھوٹ نہیں بولوں گا۔ کیونکہ تم ایک نیک دل عورت ہو۔ تم نے کبھی راہل کا نام سنا ہے۔"

"راہل۔۔۔۔!" عورت کے ہونٹ ہلے اور پھر اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔

"ڈرو نہیں! راہل اپنے محسنوں کو پوجتا ہے۔" مفرور قیدی نے سنجیدگی سے کہا۔ "اگر راہل

کے ہاتھ میں ایک ریوالور بھی ہوتا تو وہ تمہیں اتنی رات گئے تکلیف نہ دیتا۔"

اس نے ملبوسات کی الماری کھول لی اور کچھ کپڑے نکال کر دیکھے۔

"چلو غنیمت ہے۔" وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔ پھر عورت کی طرف دیکھ کر بولا۔ "اپنا منہ پھیر کر کھڑی ہو جاؤ۔"

"اوں.... ہوں۔" مفرور سر ہلا کر بولا۔ "تم یہیں ٹھہرو۔ چلو یہی ٹھیک ہے۔ میں انہیں کپڑوں پر دوسرا لباس پہنوں گا۔"

لباس تبدیل کرنے میں اُسے بمشکل تمام پانچ یا چھ منٹ لگے۔

"مقدر ساتھ دے رہا ہے۔" وہ ہنس کر بولا۔ "کپڑے گویا میری ہی ناپ کے ہیں۔ یہ کل شام تک تمہیں واپس مل جائیں گے۔"

اس نے فلٹ ہیٹ اتار کر اپنے سر پر جمائی اور قد آدم آئینے میں دیکھنے لگا۔

"بالکل ٹھیک نہ۔" اس نے عورت کی طرف مڑ کر پوچھا۔ "کیا میں کوئی مفرور قیدی معلوم ہوتا ہوں۔"

"جی نہیں۔" عورت نے اُسے تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ پھر خواب گاہ میں آ گئے۔

"اچھا تو رخصت....!" مفرور اپنی پیشانی پر ہاتھ لے جا کر بولا۔ "میں تمہیں ہمیشہ یاد رکھوں گا۔"

"ٹھہریئے....!" عورت گھبرائے ہوئے لہجے میں بولی۔

مفرور دروازے کے قریب پہنچ کر رکا۔

"یہ ڈاکٹر کا پسندیدہ سوٹ ہے۔ شاید وہ پوچھیں۔"

"اوہ....!" مفرور سوچ میں پڑ گیا۔ "تو پھر کیا تم میری تجویز پر عمل کرو گی۔"

"تجویز...." عورت تھوک نگل کر رہ گئی۔

"دیکھو! اس بستی کا ایک ایک فلیٹ دیکھا جائے گا۔ اگر میں تمہیں کسی کرسی میں باندھ دوں تو...."

"جی....!" عورت گھبرا گئی۔

"اوہو! ڈرنے کی بات نہیں۔ جب پولیس یہاں آئے تو تم بلا خوف اسے بتا سکتی ہو کہ ایک

آدمی جس نے قیدیوں کا لباس پہن رکھا تھا یہاں آیا تھا.... اور اس نے تمہیں بے قابو کر کے شیو کیا۔ تمہارے شوہر کے کپڑے پہنے اور رفو چکر ہو گیا۔ کیوں ٹھیک ہے نا۔"

عورت کچھ نہ بولی۔ اُس کے چہرے پر خوف اور اُلجھن کے ملے جلے آثار تھے۔

"بولو.... جلدی کرو۔ .. سنو کتے کس قدر شور مچا رہے ہیں۔"

"آپ بحفاظت.... نکل.... جائیں گے۔" عورت کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

"اب مجھے کوئی نہیں پاسکتا۔" مفرور کے لہجے میں خود اعتمادی تھی۔

"تو پھر....!"

"تمہیں منظور ہے۔" مفرور چہک کر بولا۔

عورت نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر مفرور نے اسے ایک کرسی میں جکڑ دیا۔

"ہاں سنو! تمہارے منہ میں رومال بھی ہونا چاہئے ورنہ قانون تم سے پوچھے گا کہ تم چیخیں کیوں نہیں۔"

عورت نے منہ کھول دیا۔ دو تین منٹ بعد وہ ہلکے سروں میں سیٹی بجاتا ہوا نیچے جانے کے لئے آہستہ آہستہ زینے طے کر رہا تھا۔

اندھیری گلیوں میں بھیڑ تھی اور کئی طرح کا شور رات کے سناٹے کو مجروح کر رہا تھا۔ وہ بڑی آسانی سے پولیس والوں اور بستی کے باشندوں کی بھیڑ میں مل گیا کسی نے اس کی طرف دھیان تک نہ دیا۔ وہ لوگ تو دراصل ایک ایسے آدمی کی تلاش میں تھے جس کے جسم پر جیل خانے کے کپڑے تھے۔

مفرور بڑے اطمینان سے ایک ایک گلی میں گھستا پھر رہا تھا.... لیکن اب فرار کی ساری راہیں مسدود ہو چکی تھیں کیونکہ ہر گلی کے اختتام پر دو تین مسلح کانسٹیبل ضرور موجود تھے اور وہ لوگوں کو گلیوں سے نکل کر سڑک پر جانے سے روک رہے تھے۔

ایک گلی کے نکڑ پر اُسے صرف دو کانسٹیبل نظر آئے وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا ان کے قریب پہنچا۔

"کیا یہاں صرف دو ہی ہیں۔" اُس نے پُر رعب آواز میں پوچھا۔

وہ دونوں چونک کر اٹینشن ہو گئے۔

"ہماری کار کدھر گئی۔"

"ادھر تو کوئی گاڑی نہیں صاحب۔"

"اوہ تو ادھر ہو گی۔" وہ ایک کانسٹیبل کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "ذرا جوان لپک کر ڈرائیور کو بولو ادھر لائے۔"

"کدھر ہے صاحب۔" اُس نے پوچھا۔

"وہ.... اُدھر.... جیمس اینڈ جعفری کمپنی کے سامنے۔"

پھر وہ کنکھیوں سے اُسے جاتے دیکھتا رہا۔ جیسے ہی وہ چوراہے سے دوسری طرف مڑا اس نے پاس کھڑے ہوئے کانسٹیبل کی گردن پکڑ لی۔ ایک ہاتھ سے اس نے اس کا منہ دبایا اور دوسرے سے اس وقت تک اس کا گلا گھونٹتا رہا جب تک کہ اس کا دم نہیں نکل گیا۔ بستی کے دوسرے حصوں میں اب بھی شور ہو رہا تھا۔

اس نے آہستگی سے مردہ کانسٹیبل کو زمین پر ڈال دیا اور پھر سیدھا ہو کر اتنی لاپروائی سے ہاتھ جھاڑنے لگا جیسے اس نے اپنے ڈرائنگ روم کی کوئی کرسی ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ رکھی ہو۔ پھر اس نے تیز قدموں سے چلتے ہوئے سڑک پار کی اور دوسرے کنارے کی عمارتوں کے سلسلے میں گم ہو گیا۔

ایک گھنٹے بعد وہ ایک ایسے ریستوران کے سامنے کھڑا تھا جسے شاید بند کیا جا رہا تھا لیکن ویٹر جو پردہ کھینچ کر دروازہ بند کرنے جا رہا تھا اُسے دیکھ کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اسکے پیر کانپنے لگے تھے۔

"کیا کوئی گاہک....!" کاؤنٹر کے پیچھے سے ایک گرجدار آواز آئی۔ "ریستوران بند ہو رہا ہے۔"

"ریستوران کے بچے اپنی شکل دکھاؤ۔" مفرور اندر پہنچ کر غرایا۔

کاؤنٹر کے پیچھے سے ایک چہرہ ابھرا جس کے قریب شراب کا گلاس تھا۔ لیکن مفرور کی صورت دیکھتے ہی گلاس فرش پر آ رہا۔ سناٹے میں شیشے کے ٹکڑوں کی کھنکھناہٹ گونج کر رہ گئی۔

"آپ....؟" کاؤنٹر کے پیچھے کھڑے ہوئے آدمی کے منہ سے چیخ سی نکلی۔

"ہاں میں.... اور تم حرام زادو! یہاں گلچھڑے اڑا رہے ہو۔"

"میں بتاؤں۔" وہ کاؤنٹر کے نیچے سے نکل کر کانپتا ہوا بولا۔ "سارا قصور اس نک چپٹے کا ہے۔ سب یہی کہتے ہیں.... ویسے آپ کی مرضی۔ آج بھی میری جان آپ کے ہاتھ میں ہے۔"

یہ ایک تنومند اور خوفناک چہرے کا آدمی تھا لیکن مفرور کے سامنے اس طرح کانپ رہا تھا

جیسے اُسے موت نظر آگئی ہو۔

"اور سب کہاں ہیں۔" مفرور نے پوچھا۔

"اوپر.... سب پریشان ہیں سردار۔" اس نے آہستہ سے رازدارانہ لہجے میں کہا۔ "لیکن وہ نک چپٹا! وہ بڑا سور کا بچہ ہے۔ وہ تو چاہتا ہے کہ آپ کے دشمنوں کو کچھ ہو جائے۔ سردار بننے کے خواب دیکھ رہا ہے۔"

"ہشت! بکو مت.... چلو....!"

وہ اُسے ایک دوسرے کمرے میں لایا جس کے داہنے سرے پر پہنچ کر اُس نے دیوار سے لگی ہوئی ایک کھونٹی اپنی طرف کھینچی کڑکڑاہٹ کی آواز کے ساتھ سامنے والی دیوار میں ایک چوکور سا شگاف نمودار ہو گیا.... اور پھر مفرور کے اُس میں داخل ہوتے ہی دیوار برابر ہو گئی۔

اسے ایک چھوٹی سی لفٹ اوپر کی طرف لے جا رہی تھی۔ لفٹ آخری منزل کے ایک وسیع کمرے میں پہنچ کر رک گئی۔ یہاں پہلے ہی سے دس بارہ آدمی مختلف قسم کے تفریحات میں مشغول تھے۔ کچھ شراب پی رہے تھے۔ کچھ تاش کھیل رہے تھے اور ان کے درمیان ایک مسخرا اچھل کود رہا تھا۔ لفٹ کے رکنے کی آواز نے ان پر کوئی خاص اثر نہیں ڈالا۔ ان میں سے ہر ایک نے غلط انداز میں نگاہیں لفٹ پر ڈالیں اور پھر مشغول ہو گئے.... لیکن جیسے ہی لفٹ کا دروازہ کھلا.... کئی ایک کے منہ سے خوفزدہ سی آوازیں نکل گئیں۔

مفرور دونوں ہاتھ کمر پر رکھے سینہ نکالے انہیں کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا۔

جو جہاں تھا وہیں رک گیا تھا ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ آدمی نہیں پتھر کے بت ہوں۔ صرف ان کی پلکیں جھپک رہی تھیں۔

"یہ سب کس خوشی میں!" مفرور کی طنز آمیز آواز سناٹے میں لہرائی اور گونج کر رہ گئی۔ جواب میں کسی قسم کی آواز نہ سنائی دی گئی۔

"نمک حرام! تم سے اتنا بھی نہ ہو سکا۔" مفرور پھر گرجا۔

"سس.... سردار....!" ایک نے کچھ کہنے کی ہمت کی۔

"شٹ اپ.... کار لے کر کون گیا تھا۔"

"میں....!" مجمع سے ایک آدمی نے آگے بڑھ کر کہا۔ یہ بھی خاصا لحیم شحیم آدمی تھا اور اس

کے چہرے پر سب سے زیادہ بد نما چیز اس کی چپٹی ناک تھی۔

وہ دونوں ایک دوسرے کو گھور رہے تھے۔

"تم کہاں مر گئے تھے۔" مفرور نے گرج کر کہا۔

"میں اشارے تو دے رہا تھا آپ کو۔" چپٹی ناک والے نے بھی اُسی لہجے میں کہا۔

مفرور نے ایک بار پھر اُسے قہر آلود نظروں سے دیکھا اور آہستہ سے بولا۔

"اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔"

پاس کھڑے ہوئے دوسرے آدمی لرز گئے۔ وہ جانتے تھے کہ اس کا کیا مطلب تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ دوسرے لمحے میں وہ اپنے اٹھے ہوئے ہاتھ خود سے نہ گرا سکے گا۔

"راہل....!" چپٹی ناک والے نے منہ بگاڑ کر کہا۔ "میں چوہا نہیں ہوں۔ میری ہڈیاں بھی چوڑی ہیں۔"

"میں تمہیں چوہے کی موت ماروں گا۔" راہل کا جملہ اس وقت پورا ہوا جب چپٹی ناک والا اس کی گرفت میں آکر اس کے سر سے بلند ہو چکا تھا۔ پھر سامنے کی دیوار دھماکے سے جھنجھنا اٹھی.... چپٹی ناک والے کی طویل چیخ اس وقت تک کمرے میں گونجتی رہی جب تک کہ اس کا دم نہیں نکل گیا۔ اُس نے ایک مرتے ہوئے کتے کی طرح اپنے ہاتھ پیر پھیلائے اور ٹھنڈا ہو گیا۔

"رحم! رحم....!" سب بیک وقت چیخے۔

"بیٹھ جاؤ۔" راہل ہاتھ اٹھا کر بولا۔ پھر ایک آدمی کو مخاطب کر کے بولا۔ "شہباز! ایک لارج وہسکی۔"

تھوڑی دیر بعد وہ ان سے کافی فاصلے پر بیٹھا وہسکی کی چسکیاں لے رہا تھا۔

اس دوران میں اس نے ایک بار بھی لاش کی طرف نہیں دیکھا۔ ڈیڑھ گھنٹے کے اندر اندر یہ دوسرا قتل تھا لیکن راہل کا چہرہ پر سکون تھا۔

پُراسرار آدمی

سرجنٹ حمید جھوم جھوم کر وائیلن بجا رہا تھا اور اس کے سامنے میز پر سفید رنگ کی ایک

چھوٹی سی ولائتی چوہیا کے پچھلے پیروں میں ننھے ننھے گھونگھرو بندھے ہوئے تھے۔ پھدک رہی تھی۔ حمید اسے کافی عرصے سے تربیت دے رہا تھا۔ اور اب وہ باقاعدہ تھرکنے لگی تھی۔ اس کے اس کارنامے پر فریدی کو بھی حیرت ہوئی تھی کیونکہ اس کا خیال تھا کہ چوہوں کو ٹرینڈ کرنا قریب قریب ناممکن ہے۔

حمید نے تھوڑی دیر بعد وائیلن ایک طرف رکھ دیا۔ لیکن چوہیا اپنے پچھلے پیروں پر کھڑی تھوتھنی اوپر کو اٹھائے سر ہلاتی رہی۔ حمید میز پر ہاتھ ٹیک کر جھکا اور اس کے منہ کے قریب اپنا چہرہ لے جا کر بڑبڑانے لگا۔ "بس کر میری جان تیرے ننھے ننھے پیر دکھ جائیں گے۔ تو رقاصہ بہار ہے۔ تو ککو کی طرح پوہڑپن سے کولہے تو نہیں مٹکاتی اور.... سنہرے پانی میں چاندی سے پاؤں لٹکائے شفق نے تجھ کو سرے جوئبیار دیکھا ہے وغیرہ وغیرہ.... اور میری جان میں شاعر نہیں ورنہ تم سے پوچھتا۔ کون سا گیت سنو گی انجم.... اور میں ناول نویس نہیں ورنہ تم کو امراؤ جان ادا بنا دیتا.... مگر آہ.... مجھے آج تک یہی نہیں معلوم ہو سکا کہ تم نر ہو یا مادہ۔"

پھر خاموش ہو کر ادھر ادھر دیکھتے رہنے کے بعد بلند آواز میں بولا۔ "سنتی ہو میری جان! اب ہم تم بہت دور چلے جائیں گے۔ افق کے پار.... کیونکہ پچھلی رات راہل جیل خانے سے نکل بھاگا ہے۔"

وہ پھر خاموش ہو کر اس دروازے کی طرف دیکھنے لگا، جو فریدی کے کمرے میں کھلتا تھا۔

اتنے میں ایک نوکر کمرے میں داخل ہوا اور چوہیا حمید کے کوٹ میں کود گئی۔

"صاحب! آپ ہی چل کر سمجھا دیئے۔" نوکر نے حمید سے کہا۔

"کیا مطلب....!"

"صاحب اُن سے ملنا نہیں چاہتے اس لئے کہلوا دیا ہے کہ گھر پر نہیں ہیں۔ لیکن وہ کہتی ہیں میں انتظار کروں گی۔"

"ہائیں....!" حمید چونک کر بولا۔ "میں انتظار کروں گی۔"

"جی ہاں وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھ گئی ہیں اور صاحب اوپر ہیں۔"

"انہوں نے کیا کہا ہے۔"

"کہہ دو گھر پر موجود نہیں ہیں۔"

"اوپر کیا کر رہے ہیں۔"

"پتہ نہیں دروازے بند ہیں۔"

"حمید سمجھ گیا کہ فریدی اپنی تجربہ گاہ میں ہے اور وہ کسی عورت سے نہیں ملنا چاہتا لیکن وہ ملاقات ہی کر کے جانے پر اڑ گئی۔"

حمید نے سوچا کہ فریدی پر غصہ کرنے سے پہلے ذرا ایک نظر اس عورت کو بھی دیکھ لے۔ ہو سکتا ہے کہ فریدی اس عورت سے نہ ملنے میں حق بجانب ہو۔

اور پھر جب اس نے ڈرائنگ روم میں قدم رکھا تو اس کی عاقبت روشن ہو گئی۔ لڑکی بہت حسین تھی اور کچھ خوفزدہ سی نظر آ رہی تھی۔ حمید کی دانست میں فریدی سچ مچ حق بجانب تھا۔ کیونکہ وہ جوان اور حسین لڑکیوں سے ملنے سے کتراتا تھا۔ حتیٰ کہ اگر وہ کبھی کسی رقص گاہ میں اتفاقاً پھنس جاتا تو اُسے اپنے لئے ہم رقص منتخب کرنے کے سلسلے میں بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے تھے۔ بہر حال وہ کسی بدصورت عورت ہی کا انتخاب کرتا تھا اور اگر کوئی ادھیڑ عمر کی مل گئی تو پھر کیا کہنا۔

حمید کو دیکھ کر وہ کھڑی ہو گئی۔

"فریدی صاحب تشریف نہیں رکھتے۔" حمید نے کہا۔

"اوہ....!" لڑکی کے چہرے پر مایوسی پھیل گئی۔ "میں سمجھی تھی.... شائد۔"

"میں ان کا اسسٹنٹ ہوں۔"

"اوہ.... میں فریدی صاحب سے ملنا چاہتی ہوں.... کیا میں یہیں ان کا انتظار کر سکتی ہوں۔"

حمید نے غور سے اس کے چہرے کی طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"میرے لائق کوئی خدمت۔"

"مجھ سے کہا گیا ہے کہ صرف فریدی صاحب ہی میری مدد کر سکتے ہیں۔" لڑکی ہچکچا کر بولی۔

"تشریف رکھئے۔" حمید مسکرا کر بولا۔ "آپ کھڑی کیوں ہیں۔"

"اوہ.... شکریہ۔"

"لیکن فریدی صاحب کے متعلق وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کب واپس آئیں۔" حمید نے کہا۔ "آفس ٹائم بھی ہو گیا ہے اگر انہیں آنا ہوتا تو اب تک آ گئے ہوتے۔"

"اوہ.... تب تو.... تب تو ڈیڈی گئے۔" دفعتاً لڑکی کے چہرے پر زردی چھا گئی۔ اس نے

تھوڑے تامل کے بعد کہا۔"میں چاہتی تھی کہ جلد کچھ کیا جائے۔"

"بات کیا ہے؟" حمید اس کے سامنے کے صوفے پر بیٹھتا ہوا بولا۔

"ڈیڈی کی زندگی خطرے میں ہے۔"

"تو آپ پولیس کو اطلاع دیجئے.... مگر انہیں کون سا خطرہ لاحق ہے۔"

"اوہ.... بڑے پُر اسرار حالات ہیں...." وہ جلدی سے کھڑی ہوگئی۔"میری بدقسمتی کہ فریدی صاحب موجود نہیں ہیں۔ میں جارہی ہوں لیکن جیسے ہی وہ آئیں براہِ کرم! تھری نائین تھری پر فون کردیجئے گا۔ میرا نام لوسی ہے۔ اُف میرے خدا میں کیا کروں۔"

"آپ مجھے بتائیے۔" حمید نے ہمدردانہ انداز میں کہا۔

"مجبوری ہے.... میں صرف ایک بار بتانا چاہتی ہوں۔ بہتیری تفصیلات ایسی ہیں جن کا رہ جانا ٹھیک نہ ہوگا.... آپ مجھے فون کردیجئے گا۔ شکریہ۔"

پھر اس نے حمید کو کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ کمپاؤنڈ میں اس کی چھوٹی سی آسٹن کھڑی تھی جسے وہ خود ہی ڈرائیو کرتی ہوئی پھاٹک سے نکال لے گئی۔ حمید چند لمحے برآمدے میں کھڑا پھاٹک کی طرف گھورتا رہا پھر جیب سے چوہیا کو نکالا اور اسے اپنے چہرے کے قریب لے جاکر بولا۔"سناڈارلنگ ان کا ڈیڈی خطرے میں ہے۔ تمہیں تو شاید اپنے ڈیڈی کا پتہ بھی یاد نہ ہو کہو تو تھری ناٹ تھری پر اُسے فون کردوں کہ اگر فریدی صاحب سے گفتگو کرنی ہے تو اس کے لئے تمہاری والدہ محترمہ ہی زیادہ مناسب ہوں گی۔

پھر اس نے چوہیا کو جیب میں ڈال کر اندر کی راہ لی۔ فریدی اب بھی تجربہ گاہ ہی میں تھا۔ وہ سیدھا اوپر چلا گیا۔ تجربہ گاہ کے سارے دروازے بند تھے اس نے ایک پر دستک دی۔

"کون ہے؟" اندر سے آواز آئی۔

"وہی جاں نثار جس نے پچھلے سال آپ کو آئس کریم کھلائی تھی" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔

اندر قدموں کی آواز سنائی دی اور دروازہ کھل گیا۔ فریدی ایک ہاتھ میں شیشے کا ٹسٹ ٹیوب لئے کھڑا تھا۔

"کیا ہے؟" فریدی کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔

"اطلاع ملی ہے کہ میدان صاف ہوگیا۔ وہ شیرنی دھاڑتی ہوئی واپس چلی گئی۔ جس کا ارادہ تھا

کہ آپ کو چیر پھاڑ کر ڈکاریں لیتی ہوئی اللہ کا شکر ادا کرے۔"

فریدی کے چہرے پر خفیف سی مسکراہٹ پیدا ہوئی اور وہ حمید کی پھولتی پچکتی ہوئی جیب کی طرف دیکھنے لگا پھر آہستہ سے اس نے پوچھا۔"کوئی فون تو نہیں آیا تھا۔"

حمید جھنجھلا کر رہ گیا۔ اُسے توقع تھی کہ فریدی اس لڑکی کے متعلق پوچھے گا۔

"جی نہیں کوئی فون نہیں آیا لیکن میں پوچھتا ہوں کہ آپ آئندہ نسلوں پر کون سا احسان کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔"

"یہ...." فریدی ٹسٹ ٹیوب کو حمید کی آنکھوں کے قریب گردش دیتا ہوا بولا۔"کواری ہے۔"

"یعنی غیر شادی شدہ۔" حمید پلکیں جھپکا کر بولا۔

"تم ان لغویات کے علاوہ اور سوچ بھی کیا سکتے ہو۔" فریدی بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"اچھا تو پھر کنواری اونٹ کی مینگنی کو کہتے ہیں۔"

"ابے کنواری نہیں کواری۔" فریدی جھنجھلا کر بولا۔

"کیا بات ہوئی؟ کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"او گدھے! وہ زہر ہے جس کی شناخت ناممکن ہے۔ اسے استعمال کرنے والے کی موت قدرتی سمجھی جاتی ہے۔"

"مجھے زہروں سے دلچسپی نہیں۔" حمید نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔"میں تو لوسی کے ڈیڈی کے متعلق سوچ رہا ہوں جس کی زندگی خطرے میں ہے۔"

"خوب....!" فریدی مسکرا کر بولا۔"تو اس نے اپنا نام لوسی بتایا ہے۔"

"پھر کیا بتاتی۔"

"خیر آگے کہو۔" فریدی ٹسٹ ٹیوب کو ایک طرف رکھتا ہوا بولا۔

"آپ اس سے ملے کیوں نہیں۔"

"ضرورت نہیں سمجھی۔" فریدی نے اپنے داہنے شانے کو جنبش دے کر پوچھا۔

"کوئی پیغام چھوڑ گئی ہے۔"

"جب آپ گھر پر موجود ہوں تو اُسے تھری ناٹ تھری پر فون کر دیا جائے۔"

"خوب....!" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔"آدھے گھنٹے بعد اسی نمبر پر فون کر دینا۔ لوسی سے

کہنا کہ فریدی آج صبح سے بہت خائف ہے وہ راہل کے ڈر سے باہر نہیں نکل سکتا۔“

”کیا مطلب.... !“ حمید چونک کر بولا۔ جواباً فریدی کے چہرے پر خفیف سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور وہ پھر ٹسٹ ٹیوب پر جھک گیا۔ حمید اسے گھور رہا تھا۔

”اور ہاں.... !“ فریدی پھر سر اٹھا کر بولا۔ ”لوسی سے یہ بھی کہنا کہ راہل ایک ہفتے سے زیادہ جیل کے باہر نہیں رہ سکتا۔ دل چاہے تو یہ ضرور کہہ دینا کہ راہل سے کہو.... یہ چالیں اتنی پرانی ہو گئی ہیں کہ ان سے بدبو آنے لگی ہے۔“

”کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کو بخار تو نہیں ہے۔“ حمید اپنی گدی سہلاتا ہوا بولا۔

”شکریہ میں بالکل ٹھیک ہوں۔“ فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔ ”تم سے جو کچھ کہا گیا ہے وہ کرو۔“

❁

تھری ناٹ تھری کے فون کی گھنٹی بج رہی تھی، جس میز پر فون رکھا ہوا تھا وہ خالی تھی اور کمرے میں بھی کوئی نہیں تھا.... البتہ باہر کے بڑے کمرے میں آٹھ دس کلرک بیٹھے فائیلوں سے سر مار رہے تھے اور اسی کمرے کے شمالی سرے پر لگے ہوئے پارٹیشن کے پیچھے ٹائپ رائٹروں کی کھڑکھڑاہٹ گونج رہی تھی۔ اندرونی کمرے کے ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی رہی لیکن باہر بیٹھے ہوئے کلرکوں کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ آخر ایک آدمی مغربی دروازے سے اندر داخل ہو کر تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا فون والے کمرے میں چلا گیا۔

”ہیلو.... !“ اس نے ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں کہا۔ ”اوہ.... اچھا.... ذرا رکئے! میں بلواتا ہوں۔“

اس نے ریسیور کو میز پر ڈال دیا اور اطمینان سے کرسی پر بیٹھ کر میز کی دراز کھولی اور اس میں سے کسی وزنی دھات کی دو گولیاں نکال کر منہ میں ڈال لیں۔ کئی سیکنڈ تک منہ چلا چلا کر انہیں کسی مناسب جگہ پر بٹھانے کی کوشش کرتا رہا پھر دوبارہ ریسیور اٹھا لیا۔

”ہیلو.... !“ اس بار اس کی آواز عورتوں کی طرح سریلی تھی۔ ”ہیلو! میں لوسی بول رہی ہوں.... اوہ بہت پریشان ہوں.... نہیں آئے۔ ارے.... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں.... جی.... میں پھر نہیں سمجھی۔ دیکھئے مذاق نہ کیجئے.... میری یہ حالت ہے کہ شاید جلد ہی ہارٹ فیل ہو جائے۔ اُف میرے ڈیڈی.... جی.... آپ نہ جانے کیا کہہ رہے ہیں۔ شٹ اپ احمق ہیں۔

نہ جانے کیا بک رہے ہیں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا اور منہ سے گولیاں نکال کر جیب میں ڈالتا ہوا دروازے کی طرف جھپٹا۔ وہ کئی کمروں سے گذرتا ہوا بالکنی میں نکل آیا۔ اب وہ بڑی تیزی سے طویل بالکنی کے آخری سرے والی لفٹ تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔

دوسرے لمحے میں لفٹ اُوپر کی طرف لے جا رہی تھی، چوتھی اور آخری منزل پر پہنچ کر اُس نے لفٹ رکوائی اور اس طرح کود کر باہر آیا جیسے لفٹ کے اندر اسے اپنی جان کا خطرہ رہا ہو۔

اس منزل پر صرف ایک ہی کمرہ تھا۔ اس نے جیب سے ایک کنجی نکالی اور مقفل دروازے کو کھول کر اندر داخل ہوا۔

یہ کمرہ بالکل خالی تھا۔ اس میں کسی قسم کا کوئی سامان نہیں تھا۔ دیوار اور فرش سب ننگے تھے اس نے دروازہ بند کر کے اسے اندر سے مقفل کر دیا۔ پھر ایک گوشے میں اکڑوں بیٹھ کر دیوار سے ملے ہوئے ایک ٹائل کو دونوں ہاتھوں سے دبانے لگا۔ دفعتاً کھٹاکے کی آواز آئی اور اس کی پشت کی دیوار کی سطح پر ایک عجیب وضع قطع کی مشین اُبھر آئی وہ اٹھ کر اس کے قریب آگیا۔

"سرجنٹ حمید کا فون۔" اس نے بظاہر اس مشین کو مخاطب کر کے کہا۔

"کیا خبر ہے۔" مشین سے آواز آئی۔

"لوسی موجود نہیں تھی اس لئے میں نے ہی اس کا رول ادا کیا۔"

"ٹھہرو.....!" مشین سے آواز آئی۔ "بھلا لوسی کا اس معاملے میں کیا تعلق۔"

"آپ کے حکم کے مطابق اسی کو بھیجا گیا تھا۔"

"بکواس! تم بالکل گدھے ہوتے جا رہے ہو۔ تمہیں روشی کے لئے کہا گیا تھا۔ لوسی کا بھی کوئی ڈیڈی نہیں تھا اور شاید فریدی جانتا ہے کہ لوسی کا تعلق کن لوگوں سے رہ چکا ہے۔"

"تب تو.... تب تو میں معافی چاہتا ہوں۔ مجھ سے بڑی غلطی ہوئی۔" اُس نے کانپتے ہوئے کہا۔

"بکواس بند کرو۔" مشین سے غراتی ہوئی آواز آئی۔ "پیغام کیا تھا۔"

"یہی کہ وہ راہل کے خوف کی وجہ سے باہر نہیں نکلنا چاہتا اور راہل ایک ہفتے سے زیادہ جیل سے باہر نہ رہ سکے گا۔"

"راہل کون ہے؟" مشین سے آواز آئی۔

"غالباً وہ ڈاکو جو پچھلی رات جیل سے فرار ہوا ہے۔"

"اس کا اس معاملے سے کیا تعلق۔" مشین سے آواز آئی۔

"مجھے علم نہیں۔"

"مسٹر پارکر۔" مشین سے آواز آئی۔

"یس باس....!" پارکر مشین کے سامنے اور زیادہ مؤدب ہو گیا۔

"تم فرم کے منیجر ہو۔"

"یس باس....!"

"لیکن تم گدھے ہو۔ آخر اس لڑکی نے فرم کا فون نمبر کیوں دیا۔"

"میں اس سے جواب طلب کروں گا۔" پارکر نے کہا۔

"بیکار ہے۔ اس لڑکی کو نمبر چار میں بھیج دو اور نمبر چار سے روشی کو بلا لو۔ میرا خیال ہے کہ تمہارے سارے آدمی قابل اعتماد ہوں گے۔"

"جی ہاں.... سب وفادار ہیں۔"

"اچھا تو پھر....!" مشین سے آواز آئی۔ "تمہاری فرم میں لوسی نام کی کوئی لڑکی کبھی تھی ہی نہیں۔"

"بہت بہتر جناب۔" پارکر نے مسکین صورت بنا کر کہا۔ "میں سمجھ گیا۔"

"جلدی کرو۔" مشین سے آواز آئی.... اور پھر اس بار دیوار خود بخود برابر ہو گئی۔ مشین غائب ہو چکی تھی اور دیوار کی چکنی اور سفید سطح کی طرح چمک رہی تھی۔

❁

سرجنٹ حمید نے ٹیلی فون ڈائریکٹری بند کر کے ایک طرف ڈال دی اور اب وہ پھر فریدی کی تجربہ گاہ کی طرف جا رہا تھا۔

"سنا آپ نے۔" حمید فریدی کو مخاطب کر کے بولا، جو غالباً اپنا مشغلہ ختم کر چکا تھا اور اب سگار جلانے کے لئے جیب میں لائٹر ٹٹول رہا تھا۔ وہ معنی خیز نظروں سے حمید کی طرف دیکھنے لگا۔

"تھری ناٹ تھری، رنگی امپورٹرز کا نمبر ہے۔"

"رنگی امپورٹرز....!" فریدی ذہن پر زور دینے لگا۔

"اوہ وہی! کھیل کود کا سامان سپلائی کرنے والی فرم جس کے ذمے ہمارے ساڑھے سات سو روپے واجب الادا ہیں۔"

"اچھا....!" فریدی اسے سوالیہ نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ "پھر اس نے کچھ سوچتے ہوئے سگار سلگایا اور اپنے داہنے ہاتھ کے ناخنوں کو گھورنے لگا۔"

"تم شاید کچھ اور کہنا چاہتے ہو۔" اس نے ناخنوں پر نظر جمائے ہوئے کہا۔

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ راہل سے بُری طرح خائف ہو گئے ہیں اور اب خواہ مخواہ آپ کو ایک ایک قدم پر سازشوں کے جال دکھائی دیں گے۔ ضروری نہیں کہ آپ سے اندازے کی غلطی کبھی نہ ہو۔ آپ نے اس لڑکی کو مایوس کر کے بُرا کیا۔"

"کوشش کر دیکھو۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ تم اس فرم میں اس نام کی کوئی لڑکی نہ پاؤ گے۔"

"جناب میں اس سے گفتگو کر کے آرہا ہوں۔"

"ہوں.... ہو سکتا ہے۔" فریدی نے بے تعلقانہ انداز میں اپنے شانوں کو جنبش دی۔

"آخر کس بناء پر آپ نے اسے راہل کی ساتھی تصور کر لیا تھا۔" حمید نے پوچھا۔

"میں نے اس کی ایک جھلک دیکھی تھی۔" فریدی نے سگار کی راکھ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ پھر یک بیک سر اٹھا کر بولا۔ "پھر یہ یاد آجانا معجزہ تو نہیں کہ میں ایک بار اُسے راہل کے ساتھ بھی دیکھ چکا ہوں۔"

"بہر حال آپ راہل سے بھی بُری طرح خائف ہیں۔"

"ہو سکتا ہے۔" فریدی اس طرح مسکرایا جیسے وہ کسی ناسمجھ بچے سے گفتگو کر رہا ہو۔ وہ ایک لمحے کے لئے رک کر بولا۔ "ویسے اگر تم راہل کو گرفتار کرنا چاہو تو وہ جاوید بلڈنگ کی چوتھی منزل کے پانچویں فلیٹ میں اس وقت بھی مل جائے گا۔ لیکن اگر تم سامنے کے دروازے سے گئے تو تمہیں مایوسی ہو گی کیونکہ اس میں ہمیشہ ایک بڑا سا گرد آلود قفل لٹکتا رہتا ہے۔"

"پھر....!" حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"تمہیں اس تک پہنچنے کے لئے سب سے پہلے اسی عمارت کی نچلی منزل کے ایک ریستوران میں گھسنا پڑے گا اور اس کے عقبی کمرے سے ایک لفٹ تمہیں ٹھیک اس کمرے میں لے جائے گی

جہاں راہل کے سارے ساتھی اکٹھا ہوتے ہیں۔"

"اور اتنی معلومات رکھنے کے باوجود بھی آپ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔"

"ظاہر ہے۔" فریدی بجھے ہوئے سگار کو دوبارہ سلگاتا ہوا بولا۔

"آپ کچھ چھپا رہے ہیں۔"

"کچھ نہیں، بہت کچھ۔" فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ "یہ باتوں کا نہیں کام کا وقت ہے۔ میں تمہیں جلد ہی سب کچھ بتاؤں گا۔ ویسے فی الحال ایک ہلکا اشارہ دے سکتا ہوں.... راہل کو میں نے ہی جیل سے نکلوایا ہے۔"

"کیوں؟" حمید چونک کر بولا۔

"یہی تو میں تمہیں پھر کسی وقت بتاؤں گا۔" فریدی نے کہا۔ "راہل یہ سمجھتا ہے کہ اس نے جیلر کو پھانس کر اپنا کام بنالیا۔ معاملہ تیس ہزار روپیوں پر طے ہوا تھا۔ اب راہل کو اس کی ادائیگی کی فکر ہوگی.... فی الحال ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ وہ روپیہ کیونکر مہیا کرتا ہے۔"

"مجھے آپ پاگل بنادیں گے۔" حمید بڑبڑایا۔

"کیوں....؟"

"ارے آپ نے محض روپیہ مہیا کرنے کا طریقہ دیکھنے کے لئے راہل کو جیل سے نکلوادیا۔"

"نہیں فرزند! ابھی میں جوان ہوں مجھ پر بڑھاپے نے حملہ نہیں کیا۔"

"پھر بھی.... میں اسے سمجھنے سے قاصر ہوں۔"

"اوہو! فی الحال اس تذکرے کو رہنے دو۔" فریدی اسے دروازے کی طرف دھکیلتا ہوا بولا۔ "کیا تم رنگی امپورٹرز کے دفتر جاکر لوسی کی خبر نہ لو گے۔"

"ٹھیک یاد آیا۔" حمید آہستہ سے بڑبڑایا۔ "وہ لڑکی.... ہائے۔"

"عشق نہیں فرمائیں گے آپ؟" فریدی اسے گھور کر بولا۔

بے بسی کی موت

جاوید بلڈنگ کی چوتھی منزل کے پانچویں فلیٹ سے ایک آدمی برآمد ہوا۔ جس کی ظاہری

شان و شوکت متمول آدمیوں جیسی تھی۔ اس نے دروازے کو مقفل کیا اور آہستہ آہستہ گنگناتا ہوا زینے طے کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ نیچے فٹ پاتھ پر تھا۔

رات سرد اور تاریک تھی اس نے پر رونق سڑک پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالی اور پھر سامنے کی دوکان کے شوکیس کی طرف دیکھنے لگا جس میں ایک عورت کا ایک آدھا مجسمہ ریشم کے بلاؤز کا پرچار کر رہا تھا.... اس نے بڑے پُر اطمینان انداز میں جیب سے سگریٹ کیس نکالا اور سگریٹ منتخب کر کے ہونٹوں میں دبایا ہی تھا کہ اسے ہاتھ اٹھا کر ایک گزرتی ہوئی ٹیکسی رکوانی پڑی۔

"راجرس اسٹریٹ" اس نے ٹیکسی میں بیٹھ کر دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔ پھر جھک کر سگریٹ سلگانے لگا.... ٹیکسی چل پڑی۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد راجرس اسٹریٹ کی ایک عالیشان عمارت کے سامنے کھڑا تھا لیکن شاید اس سے بے خبر تھا کہ ایک دوسری کار بھی اس کی ٹیکسی کے تعاقب میں یہاں تک آئی ہے۔

عمارت کے پھاٹک کے داہنے ستون پر ایک تختی آویزاں تھی جس پر تحریر تھا۔ "سر جگدیش و.ما" وہ بے دھڑک اندر گھستا چلا گیا۔

جس سے وہ ملاقات کا متمنی تھا شاید وہ عمارت کے اندر موجود تھا کیونکہ اس کا ملاقاتی کارڈ لے جانے والے نوکر نے بڑے مؤدبانہ انداز میں ایک کمرے کی طرف اشارہ کیا۔

کمرہ خالی تھا۔ وہ چپ چاپ ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ پھر جب ایک سگریٹ سلگانے جا رہا تھا داہنے ہاتھ کے دروازے سے ایک ادھیڑ عمر مگر وجیہہ آدمی کمرے میں داخل ہوا۔

"میرا خیال ہے" اس نے مسکرا کر کہا۔ "میں پہلی بار آپ سے شرف ملاقات حاصل کر رہا ہوں۔ فرمایئے میرے لائق کوئی خدمت۔"

"اوہو! سر جگدیش۔" ملاقاتی نے بے تکلفی سے ہنس کر کہا۔ "مجھے اتنی جلدی بھول گئے۔"

سر جگدیش کی پیشانی پر سلوٹیں اُبھر آئیں۔ وہ ملاقاتی کو گھور رہا تھا۔ لیکن اس کے چہرے پر ایسے آثار تھے جس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ اس جملے پر بداخلاق ہو جائے گا۔

"مجھے یقین ہے کہ میں نے اس سے پہلے آپ کو کبھی نہیں دیکھا۔" سر جگدیش نے نرم لہجے میں کہا۔

"اس صورت میں نہ دیکھا ہوگا۔" ملاقاتی پھر ہنسا۔ "جیل سے بھاگے ہوئے جیالوں کو اپنی

شکل بگاڑنی ہی پڑتی ہے۔"

"اوہ.... مائی گارڈ۔" سر جگدیش نے تھکی سی آواز میں کہا۔ "راہل۔" اور پھر وہ اس طرح ایک صوفے میں گر گیا جیسے اس کے پیروں میں کھڑے رہنے کی بھی سکت نہ رہ گئی ہو۔

"ہاں.... آں!" راہل نے لاپروائی سے کہا۔ "میں جیل میں رہ کر پھانسی کا انتظار تو کر نہیں سکتا تھا۔"

"لیکن.... لیکن....!" سر جگدیش ہکلایا۔

"مجھے تیس ہزار روپیوں کی سخت ضرورت ہے۔" راہل اس کی بدلتی ہوئی حالت کو نظر انداز کر کے بولا۔

"تیس ہزار....!" سر جگدیش نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "یہ بہت زیادہ ہے.... نہیں.... نہیں.... میری حیثیت سے زیادہ۔"

"شرم! سر جگدیش! ایک شریف آدمی کو جھوٹ نہ بولنا چاہئے۔ تیس لاکھ تمہارے لئے بڑی بات نہیں۔"

"راہل یہ بہت زیادہ ہے.... میں مجبور ہوں۔"

"چلو اچھا اسے قرض ہی سمجھ لو۔" راہل مسکرا کر بولا۔ "تم مجھے جتنا ہر ماہ ادا کرتے ہو اس وقت تک کے لئے بند کر دینا جب تک کہ تیس ہزار کا حساب نہ صاف ہو جائے۔"

"نہیں.... نہیں! میں یکمشت اتنی رقم مہیا نہیں کر سکتا۔"

"سوچ لو سر جگدیش! تمہارا آنے والا بڑھاپا بڑا داغدار ہو گا۔"

"اوہ.... راہل تم سمجھتے کیوں نہیں.... یہ رقم بہت زیادہ ہے۔"

"لیکن وہ گناہ۔" راہل بے دردی سے ہنسا۔

"ٹھہرو! مجھے سوچنے دو۔"

"مجھے روپیہ اسی وقت چاہئے۔" راہل نے کہا۔

"کل.... اس وقت میرے پاس کچھ نہیں۔" سر جگدیش نے مردہ سی آواز میں کہا۔

"کس وقت....!"

"شام کو۔"

"اچھا تو منٹو پارک میں میرا آدمی موجود رہے گا.... شب بخیر۔" راہل کمرے سے نکل گیا لیکن اسے رخصت ہوتے ہوئے دس منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ سر جگدیش کو ایک دوسرے ملاقاتی کے کارڈ سے دوچار ہونا پڑا جس پر تحریر تھا "اے۔ کے فریدی انسپکٹر سی۔ آئی۔ ڈی۔"

سر جگدیش کے چہرے پر الجھن کے آثار پیدا ہو گئے۔ لیکن اس نے فریدی کو بلوانے میں دیر نہیں کی۔ دوسرے لمحے میں اس کے سامنے ایک مناسب قد و قامت کا خوشرو نوجوان کھڑا تھا۔ سر جگدیش اُسے ستائشی نظروں سے دیکھے بغیر نہ رہ سکا۔

"تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں۔" فریدی ایک صوفے پر بیٹھتا ہوا بولا۔ "لیکن جب آپ یہ محسوس کریں گے کہ قانون آپ کی مدد کا محتاج ہے تو آپ کو یقیناً خوشی ہو گی۔"

"میں کچھ نہیں سمجھا۔"

"کیا ابھی یہاں راہل آیا تھا۔" فریدی نے بے ساختہ پوچھا۔

"بھلا راہل یہاں کیوں آنے لگا۔"

"دیکھئے سر جگدیش آپ ایک معزز آدمی ہیں اور ساتھ ہی قانون دان بھی۔ آپ جانتے ہی ہوں گے کہ کسی مفرور قیدی کو پناہ دینا کس حد تک خطرناک ہے۔"

"مگر.... میں نے.... میں نے کسی مفرور قیدی کو پناہ نہیں دی۔"

فریدی اُس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ سر جگدیش کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار تھے اور وہ کسی خوفزدہ بچے کی طرح بار بار اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا۔

"میرے محکمے کے آدمیوں نے کچھ دیر قبل راہل کو آپ کی کوٹھی میں داخل ہوتے دیکھا تھا اور میرا خیال ہے کہ وہ اب بھی یہیں ہے۔ یقین کیجئے مجھے صرف اس کی گرفتاری سے غرض ہے اس سے دلچسپی نہیں کہ وہ کہاں سے برآمد ہوا۔"

سر جگدیش کچھ نہ بولا۔ لیکن اس کے انداز سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کچھ کہنا چاہتا ہے۔

"دیکھئے سر جگدیش....!" فریدی نرمی سے بولا۔ "میں جانتا ہوں کہ آپ جیسے معزز آدمی نے اسے خوشی سے پناہ نہ دی ہو گی۔"

"میں نے اُسے پناہ نہیں دی۔" سر جگدیش بے ساختہ بولا۔

"کیا وہ آپ کو بلیک میل کر رہا ہے۔"

"جی.... جج....!" سر جگدیش کانپنے لگا۔

"بہر حال میرا خیال ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "اب بتایئے کہ وہ کہاں ہے؟"

"وہ یہاں کچھ دیر قبل آیا تھا اور آپ کے آنے سے دس منٹ پہلے چلا گیا۔"

"چلا گیا۔" فریدی نے حیرت سے کہا۔ "لیکن کسی نے اُسے یہاں سے نکلتے نہیں دیکھا۔"

"یقین کیجئے وہ چلا گیا۔ ویسے آپ تلاشی لے سکتے ہیں۔"

فریدی کچھ دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔ "سر جگدیش آپ ایک اچھے اور نیک نام آدمی ہیں.... اس لئے میں آپ کو یہ بتانے پر مجبور نہ کروں گا کہ راہل آپ کو کیوں بلیک میل کر رہا ہے لیکن آپ کو قانون کا ہاتھ بٹانا ہی پڑے گا۔"

"میں نہیں سمجھا۔" جگدیش نے آہستہ سے کہا۔

"اگر آپ راہل کے ٹھکانے سے واقف ہوں تو مجھے مطلع کیجئے۔"

"آفیسر! یقین کیجئے کہ میں نہیں جانتا۔ لیکن اتنا بتا سکتا ہوں کہ کل شام کو اس کا کوئی آدمی منٹو پارک میں مجھ سے تیس لاکھ روپے وصول کرے گا۔"

"تیس لاکھ.....!" فریدی چونک کر بولا۔ "بہت بڑی رقم ہے۔"

"مجبوری۔" سر جگدیش مضمحل آواز میں بولا۔

"خیر مجھے اس سے بحث نہیں۔" فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ "آپ کی اطلاعات کا شکریہ۔"

انسپکٹر فریدی سر جگدیش کو حیران و ششدر چھوڑ کر رخصت ہو گیا۔ حیرت کی بات بھی تھی کیونکہ اس نے اسے بلیک میلنگ کی وجہ بتانے پر مجبور نہیں کیا تھا۔

❁

سرجنٹ حمید ہائی سرکل نائٹ کلب میں ایک خوشگوار رات گزار رہا تھا۔ اس کی میز پر ایک دوسرا آدمی بھی تھا.... یہ رگبی امپورٹرز کا اینگلو انڈین منیجر مسٹر پارکر تھا۔ دونوں وہسکی پی رہے تھے۔

"مسٹر پارکر....!" حمید لچک کر بولا۔ "میں تو مر گیا.... ہائے۔"

"میں بھی مر گیا.... میرے پیارے.... ہائے۔" پارکر نے اس کی نقل اتاری۔

"کبھی تمہیں کسی سے عشق بھی ہوا۔" حمید نے پوچھا۔

"ہاں! وہ میری بیوی کی خالہ تھی۔" پارکر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"تمہاری فرم میں تو بڑی زوردار لڑکیاں ہوں گی۔"

"ہاں ہیں تو....!"

"ان میں سے کسی کو چاہتے ہو۔"

"نہیں کسی کو نہیں.... وہ سب عاشق دار ہیں۔"

"عاشق دار.... کیا۔"

"سب عاشق رکھتی ہیں۔"

"کوئی اینگلو انڈین بھی ہے۔" حمید نے پوچھا۔ "اینگلو انڈین لڑکیاں بڑی دلکش ہوتی ہیں۔"

"اوں ہوں.... مجھے تو کالی لڑکیاں پسند ہیں۔ بالکل کالی۔"

"تم بہت ڈر ڈر کر پیتے ہو۔" حمید اس کے چہرے کے سامنے انگلی نچا کر بولا۔

"ہشت....!" پارکر اپنی بائیں آنکھ دبا کر بولا۔ "مجھ سے بڑا پیکڑ اس شہر میں نہ ہو گا۔"

حمید نے اس کے خالی گلاس میں چوتھائی بوتل ڈال دی۔

"پیکڑ تو خالص پیتے ہیں۔" حمید رک رک کر بولا۔ "مجھے نشہ ہو رہا ہے اور جب مجھے بھی نشہ ہوتا ہے تو ہر چیز گڈمڈ دکھائی دیتی ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے تمہارے پیر سر پر رکھے ہوں۔ اف فوہ آج تم بڑی عمدہ پیلا پیلیاں دکھائی دے رہی ہیں۔"

پارکر ادھر ہی دیکھنے لگا جدھر حمید نے اشارہ کیا تھا۔ اس دوران میں حمید کے داہنے ہاتھ نے ایک دوسری حرکت کی۔ پارکر کو پتہ بھی نہ چلا ایک سفید رنگ کے سفوف نے اس کی شراب کو کچھ کا کچھ بنا دیا ہے۔

"مگر ان میں ایک بھی کالی نہیں۔" پارکر نے حمید کی طرف مڑ کر کہا اور پھر اپنے گلاس کی طرف متوجہ ہو گیا.... ابھی گلاس ہونٹوں تک بھی نہیں پہنچا تھا کہ اس کے قریب سے گزرتے ہوئے ایک آدمی نے ٹھوکر کھائی اور اس پر آ رہا۔ گلاس ہاتھ سے گر کر چور چور ہو گیا۔

"معاف کیجئے گا۔" وہ آدمی گڑگڑا کر بولا۔ "مجھے دراصل چکر آ گیا تھا۔"

پارکر اسے چند لمحے حیرت سے آنکھیں پھاڑے دیکھتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔ "کوئی بات نہیں۔"

اجنبی ایک بار پھر معافی مانگ کر آگے بڑھ گیا.... لیکن سرجنٹ حمید کی نظریں عجیب انداز میں اس کا تعاقب کرتی رہیں۔

"اچھا دوست.... اب مجھے اجازت دو۔" پارکر اٹھتا ہوا بولا۔ "میرے آفس میں لوسی نام کی کوئی لڑکی کبھی نہیں تھی۔ آج کل کی لڑکیاں بڑی سور ہوتی ہیں۔ وہ ہمیشہ تمہاری جیب کاٹیں گی اور کسی مویشی خانے کا پتہ بتادیں گی۔ تمہارے ساتھ بھی یہی ہوا ہے۔ اب کبھی کسی اینگلو انڈین سے عشق نہ کرنا.... کیا سمجھے.... ہمیشہ کالی لڑکیاں.... کالی لڑکیاں.... کالی لڑکی ایک کالی لڑکی دو.... اور کالی لڑکی تین.... ناؤ گڈ بائی۔"

پارکر بڑی گرم جوشی سے ہاتھ ملا کر رخصت ہو گیا۔ حمید نے اسے کلب کی عمارت سے باہر جاتے دیکھا لیکن وہ اجنبی ابھی ہال ہی میں موجود تھا جس نے پارکر پہ گر کر اس کی ساری اسکیم خاک میں ملا دی تھی۔

اسے یقین تھا کہ اس نے دیدہ دانستہ ٹھوکر کھائی تھی شاید وہ خاص طور سے اس کی حرکتوں کو دیکھتا رہا تھا.... اور پھر اسے پارکر کا رویہ بھی یاد آگیا۔ اس نے اس واقعے کے بعد اجنبی کو ایسی نظروں سے دیکھا تھا جیسے وہ نہ صرف اُسے پہچانتا رہا ہو بلکہ اس سے بے تکلف بھی رہا ہو۔ لیکن پھر اجنبی کا رویہ دیکھ کر وہ اپنی اصلی حالت میں آگیا۔

حمید نے اجنبی کو باہر جاتے دیکھا اس نے فوراً ہی فیصلہ کیا کہ اُسے اس کا تعاقب کرنا چاہئے۔ لیکن وہ اٹھ ہی رہا تھا کہ اس نے اپنے داہنے شانے پر کسی کا ہاتھ محسوس کیا۔ وہ چونک کر مڑا۔ فریدی کی ملامت آمیز نظریں اس کے چہرے پر گڑی ہوئی تھیں۔

"تشریف رکھئے۔" فریدی نے طنز آمیز لہجے میں کہا۔ حمید بیٹھ گیا۔

دیکھئے میں اس وقت بہت مصروف ہوں۔" حمید نے کہا۔

"بیٹھئے بیٹھئے۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔ "مجھے آپ کی مصروفیات کا علم ہے۔"

دونوں چند لمحے ایک دوسرے کو تیز نظروں سے گھورتے رہے پھر فریدی بولا۔ "تمہاری جلد باری کی عادت سے میں تنگ آگیا ہوں۔ آخر اس کی شراب میں خواب آور دوا ملانے کی کیا ضرورت تھی اس نے تمہیں بتادیا تھا کہ اس کے آفس میں لوسی نام کی کوئی لڑکی نہیں تھی۔ بس اتنا ہی کافی تھا۔"

"مجھے اس کے بیان پر شبہ تھا۔" حمید جھنجھلا کر بولا۔

"خوب! اور تم اسے بیہوش کر کے اپنا شبہ دور کرنا چاہتے تھے۔ کیا اسی پر لوسی ہونے کا شبہ تھا۔"

"جہنم میں گئی لو سی۔" حمید بُرا سامنہ بنا کر بولا۔ "مجھے مت بور کیجئے۔"

"اور دوسری بات یہ کہ آج پھر تم نے شراب پی ہے۔" فریدی نے غصیلی آواز میں کہا۔

"زہر تو نہیں پیا۔ میں کسی دن پیتے پیتے مر جاؤں گا۔ مگر نہیں میں جینا چاہتا ہوں اپنی محبوبہ کی خاطر۔"

اس نے جیب سے سفید رنگ کی چوہیا نکال کر ہتھیلی پر رکھ لی۔ پھر اُسے مخاطب کر کے بولا۔

"تم بہت اچھی ہو میری جان۔ میں تمہارے لئے جیوں گا بس....!"

"یہ کیا بیہودگی ہے۔" فریدی چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"یہ صرف ایک چوہیا ہے۔" حمید نے لاپروائی سے کہا۔ "کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ نے سینکڑوں سانپ کیوں پال رکھے ہیں۔ آپ کے پاس درجنوں کتے ہیں۔ آپ بھانت بھانت کے پرندے کیوں اکٹھا کرتے ہیں۔"

"بکو مت! احمق کہیں کے۔" فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ پھر وہ حمید کو وہیں چھوڑ کر باہر نکل گیا۔ حمید کے ہونٹوں پر بڑی نشیلی سی مسکراہٹ تھی۔

❁

رنگی امپورٹرز کے دفتر کے اوپر والے کمرے میں جہاں ایک پُر اسرار مشین نصب تھی۔ وہی اجنبی کھڑا ہوا تھا جس نے ہائی سرکل نائٹ کلب میں پارکر کو حمید کی شراب پینے سے باز رکھا تھا۔ سامنے والی دیوار پر مشین ابھری ہوئی تھی۔

"ہاں تو مسٹر ضرغام....!" مشین سے آواز آئی۔ "یہ پارکر پرلے سرے کا گدھا ہے۔"

"جی ہاں! اگر میں دفعتاً دخل انداز نہ ہوتا تو اس نے وہ شراب پی ہی لی ہوتی۔" ضرغام نے کہا۔

"دیکھو اب اس فریدی کو ٹھکانے ہی لگا دینا چاہئے کیونکہ یہ آہستہ آہستہ ہماری راہ کو لگ رہا ہے۔"

"جب کہئے۔ اسے مار ڈالنا مشکل نہیں۔ میں تو آج ہی اس کا خاتمہ کر سکتا تھا۔"

"نہیں مسٹر ضرغام۔ ایسا نہ کہو۔ اس کا داہنا ہاتھ بڑا خطرناک ہے چاہے وہ خالی ہو چاہے اس میں ریوالور دبا ہوا ہو۔"

"آپ مجھ پر اعتماد کیجئے۔" ضرغام بولا۔

"میں جانتا ہوں! تم بہت مناسب آدمی ہو۔" مشین سے آواز آئی۔

"شاید یہ آفس تمہیں کو سنبھالنا پڑے۔"

"کیا میں وجہ پوچھنے کی جرأت کر سکتا ہوں۔" ضرغام نے کہا۔

"کیوں نہیں۔" مشین سے آواز آئی۔ "میں ہوشیار آدمیوں کی بدتمیزی بھی برداشت کر لیتا ہوں۔ پارکر بیوقوف ہے۔ تم جانتے ہو کہ بیوقوف آدمی کتنا مخدوش ہوتا ہے۔"

"میں سمجھ گیا۔" ضرغام نے معنی خیز انداز میں گردن ہلائی۔

"تم بہت دانش مند آدمی ہو۔ میں ایسے آدمیوں کی قدر کرتا ہوں.... اچھا خیر۔ رائفلوں کی سپلائی کب شروع کرو گے۔"

"آپ سن کر خوش ہوں گے۔" ضرغام فخر سے سینہ تان کر بولا۔ "میں نے ایک دوسرا راستہ دریافت کر لیا ہے۔ اور میرا دعویٰ ہے کہ اس تک کسی کی نظر نہیں پہنچ سکتی۔ میں نے اپنے آدمی کام پر لگا دیئے ہیں۔ کیا آپ کے سامنے نقشہ موجود ہے۔"

"ہاں.... ہاں! میں دیکھ چکا ہوں تم بتاؤ۔" مشین سے آواز آئی۔

"تالا چاری کے جنگل کے اوپر دیکھئے۔ اوپر کی طرف رتن لام سے چار میل مشرقی جانب ایک پہاڑی نالا ہے۔ اس سے مغربی جانب کی دشوار گزار چٹانوں میں ایک رخنہ بنالیا ہے لوگوں کا خیال ہے وہ نالا چٹانوں کی دوسری طرف تک اسی دراڑ میں بہتا ہے۔ لیکن حقیقتاً ایسا نہیں ہے۔ وہ نالا تھوڑی دور چل کر ایک گہری کھڈ میں گر جاتا ہے اور بقیہ دراڑ بالکل خشک ہے۔ جو تنگانہ کے مقام پر پہنچ کر گھنی جھاڑیوں میں چھپ گئی ہے۔ کہئے یہ راستہ کیسا ہے۔"

"بہت اچھے! بہت اچھے۔" مشین سے آواز آئی۔ "تم بہت جلد ایک بڑا رتبہ حاصل کرنے والے ہو۔ اس سے زیادہ فی الحال اور کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اچھا پارکر کو یہاں لے آؤ۔ اور پھر دروازہ باہر سے مقفل کر دو۔ اور ہاں ایک بڑا صندوق بھی تیار رکھنا۔"

تھوڑی دیر بعد پارکر اس کمرے میں نظر آ رہا تھا۔ وہ اس وقت بہت خوفزدہ انداز میں چونک کر پیچھے کی طرف مڑا جب اس نے باہر قفل میں چابی گھومنے کی آواز سنی۔

"مسٹر پارکر....!" مشین سے آواز آئی۔

"یس باس! یس باس...." وہ گھبراہٹ میں فرش کی طرف جھکتا چلا گیا۔

"تم بہت نیک آدمی ہو۔"

"او.... ہو... ہو! لیں باس۔"

"اور نیک آدمی کی جگہ جنت ہے۔" مشین سے آواز آئی۔

"ہائیں۔" پارکر لرزتا ہوا بولا۔ "میرا قصور۔"

"کچھ نہیں! میں تم سے بہت خوش ہوں اسلئے تمہیں پنشن دی جاتی ہے۔ آج سے آرام کرو۔"

پارکر چیخ مار کر دروازے کی طرف بھاگا اور بدحواسی میں دروازے پر گھونسے مارنے لگا۔

"ٹھہرو! ڈرو نہیں۔" مشین سے آواز آئی لہجہ نرم تھا۔ "تم بہت آرام سے مرو گے۔ ہر شخص پرسکون موت کی تمنا کرتا ہے۔ خائف ہونے کی ضرورت نہیں۔ بہت آرام سے دم نکلے گا۔"

دفعتاً مشین کے ایک سوراخ سے دھواں نکلنے لگا۔ پارکر چیخ مار کر مشین کی طرف جھپٹا لیکن اسی سوراخ سے لاتعداد چنگاریاں نکل کر اس کے منہ پر پڑیں۔ وہ چیخ مار کر پیچھے ہٹ گیا۔

کمرہ دھوئیں سے بھرتا جارہا تھا اور پارکر کھانس کھانس کر پچھاڑیں کھا رہا تھا۔ پھر اس کے گرد دھوئیں کی تہہ اتنی گہری ہوگئی کہ وہ اس میں چھپ گیا۔ اب اُسے کھانسی بھی نہیں آرہی تھی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے خود ہی اپنا گلا گھونٹ رہا تھا اور اس کی آنکھیں اُبلی پڑ رہی تھیں۔

کمرے کا دھواں پھر مشین کے اُسی سوراخ کی طرف واپس جارہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد پھر کمرے کی اُجلی دیواریں پہلے کی طرح چمکنے لگیں۔ پارکر چاروں خانے چت فرش پر پڑا تھا۔

خوفناک سازش

فریدی مضطربانہ انداز میں ٹہل رہا تھا اور وہ پچھلی رات ہی سے حمید سے ناراض تھا۔ دفعتاً رک کر حمید کی طرف مڑا جو نہایت انہماک سے اپنی پالتو چوہیا کے سر پر انگلی پھیر رہا تھا۔

"تم نے اپنی حرکت سے انہیں ہوشیار کر دیا۔"

"دیکھئے جناب۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ "آپ نے اس سلسلے میں مجھے کوئی خاص ہدایت نہیں دی تھی۔"

"کیا میرا اتنا کہہ دینا کافی نہیں تھا کہ راہل میرے ہی ایماء پر جیل سے نکالا گیا ہے اور پھر راہل کوئی معمولی مجرم نہیں تھا اس نے درجنوں قتل کئے تھے اور فرار کے بعد بھی اس نے ایک

کانسٹیبل کی جان لے لی اور وہ نہ جانے کتنے خون اور کرے گا۔"

"اور وہ سارے خون آپ کی گردن پر ہوں گے۔" حمید بیزاری سے بولا۔ "بہر حال میں آپ کے سر میں تو بیٹھا نہیں رہتا۔ مجھے کیا معلوم کہ آپ کی کیا اسکیم ہے اور سنئے! میں آج صاف صاف کہہ دینا چاہتا ہوں کہ جب تک مجھے پورے حالات سے باخبر نہ رکھا جائے گا میں کسی کام میں ہاتھ نہ لگاؤں گا۔"

فریدی پھر ٹہلنے لگا۔ چوہیا حمید کی جیب میں کود گئی تھی اور اب وہ اپنے پائپ میں تمباکو بھر رہا تھا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو۔" فریدی رک کر آہستہ سے بولا۔ "میں تمہیں سب کچھ بتانا چاہتا تھا لیکن اس کا موقع ہی نہ مل سکا۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ اس نے دانتوں میں پائپ دبایا اور اُسے سلگانے لگا۔

"کیا تم بھول گئے کہ راہل کن حالات میں گرفتار ہوا تھا۔" فریدی نے کہا۔

"مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ وہ ایسے ٹرک پر بیٹھا ہوا پایا گیا تھا جس میں رائفلیں بھری ہوئی تھیں۔"

"ٹھیک! اور گرفتار ہو جانے کے بعد انتہائی تشدد کے باوجود بھی اس کے متعلق کوئی تسلی بخش بیان نہیں دیا تھا۔ تم یہ بھی جانتے ہو کہ شمالی مشرقی علاقے کے کچھ قبائل نے مسلح بغاوت کر دی ہے اور دشوار گزار پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے ان پر ابھی تک قابو نہیں پایا جا سکا۔"

"تو وہ رائفلیں....!" حمید بول پڑا۔

"سنتے جاؤ۔" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "راہل اس ٹرک سمیت گرفتار کر لیا گیا تھا چونکہ وہ بہت بڑے بد معاشوں میں سے تھا اس لئے یہی سوچا گیا کہ وہ شاید کسی بڑے ڈاکے کا اہتمام کر رہا تھا۔ لیکن کچھ دن بعد کم از کم مجھے اپنا خیال تبدیل کر دینا پڑا۔ آج سے ایک ماہ قبل میں ملٹری ہیڈ کوارٹر میں کرنل رگھوبیر کے آفس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آفیسر باغی قبائیلیوں کے کچھ اسلحے لایا جن میں ایک رائفل بھی تھی اور وہ ہو بہو اسی ساخت کی تھی جس ساخت کی رائفلیں راہل کے ٹرک میں پائی گئی تھیں۔"

"اوہ....!" حمید آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا۔

چند لمحے خاموشی رہی پھر حمید بولا۔ "تو اس کا یہ مطلب ہے کہ راہل ہی قبائیلیوں کو اسلحہ سپلائی کر رہا تھا۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ کسی کے لئے کام کر رہا تھا۔" فریدی نے کہا۔ "ویسے پہلے میں نے بھی یہی سمجھا تھا لیکن اب یہ خیال قطعی بدل دیا ہے۔ اگر وہ اس کا ذاتی کام ہوتا تو اسے سر جگدیش کو بلیک میل نہ کرنا پڑتا۔"

"سر جگدیش تو بڑا نیک آدمی ہے۔ آخر اسے کس معاملے میں بلیک میل کیا جا سکتا ہے۔"

"ایک قطعی غیر اہم معاملہ۔" فریدی نے کہا۔ "سر جگدیش کو اپنی بیوی کی بہن سے عشق ہو گیا تھا۔ ویسا عشق جس کے تم قائل ہو۔ بہر حال راہل کے پاس ان دونوں کی ایک تصویر ہے جس سے سر جگدیش کی نیک نامی پر دھبہ لگ سکتا ہے۔ راہل اسے سالہا سال سے بلیک میل کر رہا ہے۔ سر جگدیش اس کا منہ بند رکھنے کے لئے اُسے ہر ماہ ایک اچھی خاصی رقم دیتا ہے۔"

"کیا سر جگدیش نے آپ کو بتایا ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"نہیں اس تذکرے کو یہیں چھوڑو۔ کیونکہ یہ قطعی غیر اہم ہے۔ میں تو اُن رائفلوں کی بات کر رہا تھا.... ہاں تو مجھے یقین ہے کہ راہل کسی دوسرے آدمی کے لئے یہ کام کر رہا تھا اور اب ہمیں اس آدمی کی تلاش ہے۔ راہل ایک چھوٹی مچھلی ہے، جو اس بڑی مچھلی کو پھنسانے کے لئے چارے کے طور پر پھینکی گئی ہے۔"

"آپ کو یہ ساری باتیں پہلے ہی بتانی چاہئے تھیں۔" حمید نے کہا۔ "کیا یہ معاملہ ہمارے محکمے کے علم میں ہے۔"

"صرف تین آدمی جانتے ہیں۔ میں، ڈی آئی جی اور آئی جی! چوتھے تم ہو۔ ان دونوں آفیسروں کے علم میں لائے بغیر راہل کا فرار ناممکن ہو جاتا۔"

"ہوں.... اور ابھی تک اس بڑی مچھلی پر آپ کی نظر نہیں پڑی۔"

"نہیں!" فریدی سگار سلگاتا ہوا بولا۔ "وہ بڑی مچھلی فی الحال ٹیڑھی کھیر ہے۔ راہل بھی بہت زیادہ احتیاط برت رہا ہے۔ اس نے ابھی تک اس بڑی مچھلی کی طرف رخ نہیں کیا۔ ہو سکتا ہے کہ اب وہ بڑی مچھلی ہی محتاط ہو گئی ہو۔"

"اگر یہ بات ہے تب تو راہل کو جیل سے نکالنا ہی بیکار ثابت ہوا۔" حمید نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"اب مجھے بھی یہی سوچنا پڑ رہا ہے۔" فریدی بولا۔ "خیر دو چار دن اور دیکھتا ہوں۔ اُس کے

بعد راہل کو پھر اس کی جگہ پہنچا دیا جائے گا۔"

"لیکن ان دو چار دنوں میں وہ دو چار کیا درجنوں خون کر ڈالے گا۔" حمید مسکرا کر بولا۔

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ پھر ٹہلنے لگا۔ حمید نے پچھلے کئی ماہ سے اُسے اتنا متفکر نہیں دیکھا تھا جتنا وہ ان دنوں تھا۔

❁

رگبی امپورٹرز کے دفتر میں دو کلرک گفتگو کر رہے تھے۔

"سنا ہے مسٹر پارکر ایک طویل رخصت پر اچانک انگلینڈ چلے گئے ہیں۔"

"اوہو! یہ کب۔"

"غالباً یہ پچھلی رات کی بات ہے اور اب مسٹر ضرغام نمبر چار والے اس آفس کی دیکھ بھال کریں گے۔"

"ضرغام! خدا محفوظ رکھے۔ وہ تو بڑا سخت آدمی ہے۔"

اچانک گفتگو کا سلسلہ منقطع ہو گیا کیونکہ ضرغام آفس میں داخل ہو کر منیجر کے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔ یہ ایک گٹھیلے جسم کا پست قد آدمی تھا اور اس کے خدوخال اس کی سفاک طبیعت کی غمازی کر رہے تھے۔

وہ چند منٹ تک بے حس و حرکت پارکر کی کرسی پر بیٹھا رہا پھر اس نے گھنٹی بجائی دوسرے لمحے میں چپراسی اندر آیا۔

"ان دونوں آدمیوں کو بھیج دو جو ابھی دروازے کے پاس کھڑے تھے۔" اس نے چپراسی سے کہا۔

چپراسی چلا گیا اور ضرغام پارکر کی تصویر کی طرف دیکھنے لگا جو سامنے ہی لگی ہوئی تھی۔ ضرغام نے خود پچھلی رات کو پارکر کی لاش ٹھکانے لگائی تھی۔ لیکن اس وقت اس کی تصویر پر نظر پڑتے ہی اس نے جھرجھری لی۔ مطلوبہ آدمی کمرے میں پہنچ گئے تھے۔ ضرغام نے ان پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالی اور کرسیوں کی طرف اشارہ کر کے کچھ لکھنے میں مشغول ہو گیا۔

ان میں سے ایک کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں اور دوسرا کچھ حوصلہ مند نظر آ رہا تھا۔

ضرغام قلم رکھ کر اُن کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس نے باری باری سے دونوں کے چہروں کو

دیکھ کر کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی۔

"تم دونوں یہاں کب سے ہو؟" ضرغام نے پوچھا۔

"میں تین سال سے اور یہ دو سال سے۔" ایک نے دوسرے کی طرف اشارہ کیا۔

"تمہارے نام۔"

"میں ارجن ہوں اور یہ جمیل۔" اسی نے پھر جواب دیا۔

"تعلیم....!"

"ہم دونوں گریجویٹ ہیں۔"

"تجربہ۔" ضرغام نے انہیں گھور کر کہا۔ "سوچ سمجھ کر جواب دینا۔"

"میں نے ایک قتل کیا تھا۔" ارجن لاپروائی سے بولا۔

"خوب اور تم....!"

"میں نے۔" جمیل ہچکچایا۔ "میں نے کوئی بڑا کارنامہ سرانجام نہیں دیا۔ میں نے ایک حرامی نوزائیدہ بچے کا گلا گھونٹ دیا تھا۔"

"ہوں.... اچھا.... آج رات تمہیں سفر کرنا ہوگا۔ شمال مشرقی علاقے کا۔ گونگال کے اسٹیشن پر ایک سیاہ رنگ کی وین جس پر سور کا سر بنا ہوگا تمہیں کام پر لے جائے گی۔ کیشئر سے دو دو ہزار روپے لے لو۔ یہ سفر خرچ ہے۔ معزز آدمیوں کی طرح سفر کرنا۔"

ضرغام نے دو کاغذ ان کی طرف بڑھا دیئے اور وہ انہیں لے کر ضرغام کو سلام کرتے ہوئے باہر چلے گئے۔

ضرغام تھوڑی دیر تک خاموشی سے کچھ سوچتا رہا پھر اس نے فون کا ریسیور اٹھایا دوسرے لمحے میں وہ کسی کو ڈائیل کر رہا تھا۔ "ہیلو.... کون.... بھیڑیئے کو فون پر بلاؤ.... ہیلو.... کون بھیڑیئے! اچھا.... میں سور بول رہا ہوں۔ آر.... آئی.... ہاں میں، اب میں یہیں ہوں.... دیکھو دو آدمی بھیج دو.... اپنی ہی طرح کے.... سمجھے! بہت خوب۔"

❁

سرجنٹ حمید جاوید بلڈنگ سے تھوڑے ہی فاصلے پر کھڑا اس سٹ ریستوران کی نگرانی کر رہا تھا۔ اُسے دراصل فریدی کے قول کی تصدیق کرنی تھی۔ وہ ایک مرتبہ اسے اندر سے بھی دیکھ چکا

تھا۔ اس ریستوران میں صرف دو کمرے تھے۔ ایک باہر کا بڑا کمرہ جہاں گاہک بیٹھتے تھے اور دوسرا اندرونی کمرہ جسے دو حصوں میں بانٹ کر ایک حصے میں باورچی خانہ بنا دیا گیا تھا اور دوسرے میں.... دوسرے تک حمید کی نظروں کی بھی رسائی نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ اس کا دروازہ بند تھا۔

حمید اس وقت ایسی جگہ پر کھڑا تھا جہاں سے نہ صرف باہری کمرہ بلکہ اندرونی کمرہ کا دروازہ بھی صاف نظر آرہا تھا۔ گاہکوں کے بیٹھنے کا کمرہ بالکل خالی تھا اور حقیقتاً یہ ایک ایسا ہی موقع تھا جب حالات سازگار ہی رہنے کی بناء پر فریدی کے قول کی تصدیق کی جاسکتی تھی۔

اسے زیادہ دیر تک انتظار نہیں کرنا پڑا۔ اندرونی کمرے کا دروازہ کھلا اور دو خوش پوش آدمی برآمد ہوئے۔ حمید الیکٹرک پول پر پیر رکھ کر اس طرح جھکا جیسے وہ اپنے جوتے کے فیتے باندھ رہا ہو۔ حالانکہ وہ اس وقت میک اپ میں تھا لیکن پھر بھی وہ کسی احتیاطی تدبیر کو نظرانداز نہیں کرنا چاہتا تھا۔

وہ دونوں ریستوران سے نکل کر فٹ پاتھ پر آئے۔ حمید فیتے باندھ کر چل پڑا۔ قریب ہی ایک بک ڈپو تھا جس کے سامنے اس نے اپنی موٹر سائیکل کھڑی کی تھی۔ وہ آگے بڑھ کر ایک شوکیس پر جھک گیا جس میں کتابیں لگی ہوئی تھیں۔ اس شوکیس کے مقابل ایک الماری تھی جس میں ایک بڑا سا آئینہ نصب تھا۔ حمید نے اطمینان کا سانس لیا وہ دونوں اس آئینے میں صاف نظر آرہے تھے۔

انہوں نے ایک ٹیکسی رکوائی.... اور پھر جب ٹیکسی کافی دور نکل گئی تو حمید نے اپنی موٹر سائیکل سنبھالی۔ بہر حال اس دوڑ دھوپ کا یہ نتیجہ نکلا کہ حمید کو مایوسی نہیں ہوئی۔ ان دونوں کی منزل رنگی امپورٹرز کا آفس تھا.... اور رنگی امپورٹرز کا آفس ایسا نہ تھا جسے حمید آسانی سے نظر انداز کر دیتا۔ اُسے رکنا پڑا کیونکہ خالی ٹیکسی دفتر کے سامنے اب بھی کھڑی ہوئی تھی۔ حمید ان کا منتظر رہا۔ وہ جلد ہی واپس آگئے۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں ایک سوٹ کیس تھا جس کے اٹھانے کا انداز ایسا تھا جیسے وہ کافی وزنی ہو۔

ٹیکسی پھر چل پڑی.... حمید بدستور اس کے تعاقب میں رہا۔ اب یہ ٹیکسی ماڈرن الیکٹرک سپلائی کے سامنے رک گئی۔ وہ دونوں اترے، کرایہ ادا کیا اور اندر چلے گئے۔ حمید سوچ میں پڑ گیا کہ اب اُسے کیا کرنا چاہئے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کیا وہ لوگ یہاں کسی کام سے آئے ہیں یا اس الیکٹرک

سپلائی کمپنی کا تعلق بھی انہی لوگوں سے ہے۔

مختلف قسم کی الجھنوں میں پندرہ بیس منٹ گذر گئے اور حمید اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ الجھن اس کے لئے بڑی سود مند ثابت ہوئی اگر وہ وہاں سے چلے جانے کا فیصلہ کر لیتا تو خدا ہی جانے کیا ہوتا۔

بہرحال شاید بیس منٹ بعد اُس نے ان دونوں کو پھر دیکھا اور اس بار سچ مچ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ دونوں ذی حیثیت آدمی معمولی قلیوں کی نیلی وردی میں ملبوس الیکٹرک کمپنی سے برآمد ہوئے۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں وہی سوٹ کیس اب بھی تھا جسے لے کر وہ رگبی امپورٹرز کے دفتر سے چلے تھے۔ باہر سڑک پر الیکٹرک سپلائی کمپنی کی سیاہ رنگ کی وین کھڑی تھی۔ سوٹ کیس اس میں رکھ دیا گیا اور وہ دونوں اگلی نشست پر جا بیٹھے۔ انہیں میں سے ایک وین کو ڈرائیو کر رہا تھا۔

حمید کی موٹر سائیکل پھر ان کے پیچھے لگ گئی۔

تھوڑی دیر بعد الیکٹرک سپلائی کمپنی کی وین، ہائی سرکل نائٹ کلب کی کمپاؤنڈ میں داخل ہو رہی تھی۔

ساری بات حمید سمجھ میں آگئی۔ آج ہائی سرکل نائٹ کلب میں ایک عظیم الشان دعوت تھی جو شہر کے ایک بڑے سرمایہ دار کی طرف سے ایک صوبے کے وزیرِ اعلیٰ کے اعزاز میں دی گئی تھی۔ شہر کی مقتدر ہستیاں مدعو تھیں۔ کلب کی عمارت سجائی جا رہی تھی۔ غالباً الیکٹرک سپلائی کمپنی کو روشنی کے انتظام کا ٹھیکہ دیا گیا تھا۔ لیکن راہل کے آدمی؟.... اس کا سر چکرا گیا.... دوسرے لمحے میں وہ ایک پبلک ٹیلی فون بوتھ کی طرف بھاگ رہا تھا۔

❁

رات بڑی خوشگوار تھی اور ہائی سرکل نائٹ کلب کی عمارت، نیلی پیلی، سبز اور سرخ روشنیوں میں نہائی ہوئی کھڑی تھی۔ عمارت کے اندر ایک صوبے کے وزیرِ اعلیٰ تشریف رکھتے تھے۔ ان کے گرد شہر کی مقتدر ہستیوں کا ہجوم تھا اور کمپاؤنڈ کے چپے چپے پر پولیس تھی لیکن الیکٹرک سپلائی کمپنی کے دونوں مستریوں پر کسی کی نظر نہیں تھی.... لیکن نہیں....! ان میں ایک آدمی ایسا تھا جس نے شروع ہی سے ان پر نظر رکھی تھی۔ یہ سرجنٹ حمید تھا۔

وہ دونوں اس بات سے قطعی بے خبر تھے.... اور انہوں نے بھی وہ کام نہیں شروع کیا تھا جس کے لئے وہ بھیجے گئے تھے۔ جب سارے مہمان آچکے اور انہیں اطمینان ہو گیا کہ اب کمپاؤنڈ میں کسی کا داخلہ نہیں ہو گا تو انہوں نے اپنا کام شروع کر دیا.... اور یہی وہ وقفہ تھا جس میں وہ سرجنٹ حمید کی نظروں سے اوجھل ہو گئے تھے۔ چونکہ اُس نے صبح ہی سے ان پر نظر رکھی تھی لہٰذا ان کے غائب ہوتے ہی وہ گہری تشویش میں مبتلا ہو گیا۔ وہ اکیلا کیا کرتا۔ اس نے تو دوپہر ہی کو فریدی سے فون پر سارا حال کہہ دیا تھا۔ لیکن فریدی نے اس کے جواب میں اسے ہدایت دی تھی کہ وہ خاموشی سے ان پر نظر رکھے۔ محکمے کے کسی دوسرے آدمی سے ان کا تذکرہ کرنے کی ضرورت نہیں.... اور اب اس وقت جب وہ تھوڑی دیر کے لئے اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئے تو اُسے فریدی پر بُری طرح تاؤ آنے لگا۔ تاؤ آنے کی ایک دوسری وجہ اور بھی تھی۔ فریدی بھی اس دعوت میں مدعو کیا گیا تھا۔ اور اس وقت حمید کے خیال کے مطابق اندر گلچھرے اڑا رہا تھا۔ اندر بڑی بڑی حسین لڑکیاں تھیں اور دنیا کی ہر حسین لڑکی کا حقدار حمید باہر جھک مار رہا تھا۔

اس جھک مارنے کے دوران میں اُسے دونوں آدمیوں کا سوٹ کیس یاد آیا جسے انہوں نے کمپاؤنڈ میں ایک کونے میں اُگی ہوئی مالتی کی بے ترتیب جھاڑیوں میں چھپا دیا تھا۔ حمید نے سوچا کیوں نہ چل کر اس سوٹ کیس کی تلاشی لی جائے۔ آخر وہ اس میں کیا لئے پھر رہے ہیں۔

یہ جھاڑیاں کچھ ایسی جگہ پر تھیں جہاں بالکل اندھیرا تھا اور یہ جگہ عمارت سے کافی دور تھی۔ حمید چہار دیواری سے چپکا ہوا ان کی طرف بڑھنے لگا لیکن وہ ان کے قریب پہنچ کر بھی اندر نہ گھس سکا کیونکہ وہ دونوں جھاڑیوں میں موجود تھے ان میں سے ایک کہہ رہا تھا "تمہیں دھوکا تو نہیں ہوا.... کار اسی کی تھی نا۔"

"یار تم مجھے بچہ کیوں سمجھتے ہو۔" دوسرا بولا۔ "اتنی کاروں میں ایک کے علاوہ دوسری کیڈیلاک نہیں ہے۔"

حمید کے کان کھڑے ہو گئے۔

"خیر! اچھا تو دیکھو۔" پہلے نے کہا۔ "جیسے ہی میں ٹاور کے پاس والے درخت سے سرخ روشنی دکھاؤں تم پھرتی سے سوئچ دبا کر نکل بھاگنا۔"

"اور تمہارا کیا بنے گا؟" دوسرا بولا۔

"اس کی فکر نہ کرو! دھماکے کے بعد کسی کے بھی ہوش بجا نہ رہیں گے۔ میں نکل آؤں گا۔"

"اچھا تو فتح.....!" دوسرے نے کہا۔

"فتح.....!" پہلا بولا اور جھاڑیوں سے رینگ کر دوسری طرف چلا گیا۔

دفعتاً ایک خیال بجلی کی طرح حمید کے ذہن میں کوند گیا اور اس کے دل کی دھڑکن بڑھ گئی۔ وہ بڑی تیزی سے اپنی جگہ سے ہٹا۔ یہ حقیقت تھی کہ سینکڑوں کاروں میں ایک کے علاوہ دوسری کیڈیلاک نہیں تھی..... اور یہ کیڈی لاک فریدی کی تھی۔

کچھ کاریں اندر کمپاؤنڈ میں تھیں اور کچھ باہر سڑک پر تھیں۔ فریدی کی کیڈی اندر ہی تھی اور ایسی جگہ کھڑی تھی جہاں دوسری کاریں بھی تھیں لیکن کیڈی اندھیرے میں تھی۔ پائیں باغ کی دیوار سے بالکل ملی ہوئی۔

حمید کو ایک مستری دکھائی دیا جو ٹاور کے قریب والے درخت کی طرف جا رہا تھا۔ سوچنے سمجھنے کے لئے وقت کم تھا۔ لیکن پھر بھی وہ اس وقت تک اس مستری کو دیکھتا رہا جب تک کہ وہ کافی دور نہیں نکل گیا۔ پھر وہ اس طرف چل پڑا جدھر کیڈی کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے پہلے تو کیڈی کے اندر اچھی طرح دیکھ بھال کی۔ لیکن جب کوئی چیز نہ ملی تو وہ بے تحاشہ زمین پر لیٹ کر اس کے نیچے رینگ گیا۔ اس کی چھوٹی سی ٹارچ اس کے ہاتھ میں تھی۔

اور پھر اسے جو کچھ نظر آیا اس نے اس کی رگوں کا خون منجمد کر دیا۔ کیڈی کے نیچے ڈائنا میٹ رکھا ہوا تھا اور اس سے لگے ہوئے تار کا سلسلہ شاید اس جھاڑی تک چلا گیا تھا جہاں اس نے کچھ دیر قبل ان دو خطرناک آدمیوں کی گفتگو سنی تھی۔

کافی ٹھنڈک ہونے کے باوجود بھی اس کی پیشانی سے پسینے کے قطرات ٹپک رہے تھے اس نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے ڈائنا میٹ کا تار الگ کر دیا اور پھر سوچنے لگا کہ اُسے ہٹا کر کہاں لے جائے۔ دفعتاً اسے یاد آیا کہ کیڈی کی ڈکّی کی کنجی اسی کے پاس ہے۔ وہ ڈائنا میٹ کو احتیاط سے اپنے ہاتھوں پر سنبھالے ہوئے باہر رینگ آیا۔ ڈکّی کھولی اور اُسے بہ آہستگی ایک طرف رکھ کر اطمینان کا سانس لیا۔

"کیا وہ اُن دونوں کو پکڑ لے؟" یہ سوال بڑی شدت سے اس کے ذہن میں گونج رہا تھا لیکن وہ فریدی سے مشورہ لئے بغیر کچھ نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اس نے بڑی سختی سے اُسے کسی ایسے اقدام

سے روک دیا تھا جو اُس کے مشورے کے بغیر کیا جائے۔

دعوت ختم ہوئی۔ کاریں ایک ایک کر کے رخصت ہونے لگیں۔ جب فریدی اپنی کیڈی پر بیٹھا تو ٹاور کے قریب والے درخت پر ایک سرخ رنگ کا بلب بار بار جلنے اور بجھنے لگا۔ حمید یہ تماشا دیکھنے کے لئے رک گیا تھا۔ بلب جلتا اور بجھتا ہی رہا۔ لیکن فریدی کی کیڈی فراٹے بھرتی ہوئی پھاٹک سے باہر نکل گئی۔

حمید کا دل چاہا کہ چونی والے فلم بینوں کی طرح تالیاں پیٹنا شروع کر دے۔ اس نے خود اپنی پیٹھ ٹھوکنے کے لئے اپنا ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ دفعتاً کسی طرف سے ایک فائر ہوا اور ٹاور کے قریب والے درخت سے ایک لاش زمین پر آ گری۔ یہ الیکٹرک سپلائی کمپنی والے مستری کی لاش تھی۔ لوگ چاروں طرف سے دوڑ پڑے۔

حمید بے تحاشہ اس جھاڑی کی طرف بھاگ رہا تھا جہاں دوسرا مستری تھا ... اور وہاں پہنچ کر اُسے دوسری لاش نظر آئی۔ دوسرے مستری کو کسی نے گلا گھونٹ کر مار ڈالا تھا نہ تو وہاں ڈائنا میٹ کا تار تھا اور نہ وہ بیٹری تھی جس کے ذریعہ ڈائنا میٹ سے فریدی کی کار اڑائی جانے والی تھی۔

گلا گھونٹنے والی

دوسری صبح بڑی خوشگوار تھی۔ سرجنٹ حمید بے چینی سے فریدی کے کمرے کے سامنے ٹہل رہا تھا۔ اُسے توقع تھی کہ فریدی بیدار ہو گیا ہو گا۔ وہ دراصل اس لئے بے چین تھا کہ جلد از جلد فریدی کو اپنی کارگزاریوں کی اطلاع دے سکے۔ پچھلی رات جب وہ واپس آیا تھا تو فریدی موجود نہیں تھا اس نے اس کا انتظار بھی کیا تھا لیکن وہ دیر تک اپنی نیند پر قابو نہیں پا سکا تھا۔

اب صبح صبح وہ چاہتا تھا کہ فریدی کے منہ سے اپنے لئے تعریفی جملے سن سکے۔ آخر جب معاملہ برداشت کی حد سے تجاوز کر گیا تو اس نے فریدی کی خواب گاہ کے دروازے کا ہینڈل گھمایا۔ دروازہ اندر سے مقفل نہیں تھا اس لئے بڑی آہستگی سے دروازے کو پیچھے کی طرف دھکیل دیا.... لیکن.... فریدی اندر موجود نہیں تھا.... بستر بے شکن تھا۔ معلوم ہوتا تھا جیسے فریدی پچھلی رات اس پر لیٹا ہی نہیں۔

تکئے پر ایک لفافہ پڑا تھا۔ حمید نے جھک کر اُسے اٹھایا اور اس پر اپنا نام دیکھ کر اُسے چاک کرنے لگا۔

تحریر فریدی ہی کی تھی۔ اُس نے لکھا تھا۔

"حمید ڈیئر!

تمہارا بہت بہت شکریہ! تم نے پچھلی رات میری جان بچائی اور میں اس بات سے بھی خوش ہوں کہ تم نے یہ کام بڑی راز داری اور ہوشیاری سے انجام دیا۔ میں فی الحال کچھ دنوں کے لئے باہر جا رہا ہوں اور پوچھو تو تمہارا اہم رول اسی نقطے سے شروع ہو رہا ہے۔ غالباً تم سمجھ گئے ہو گے۔ وہ مجھ تک پہنچنے کے لئے تمہارا تعاقب کریں گے، لیکن تم قطعی ہراساں نہ ہونا۔ تمہارے لئے میک اپ وغیرہ کی بھی ضرورت نہیں۔

کل واقعی تم نے کمال کر دیا۔ مجھے یقین ہے کہ میرے بعد تم ہی میری جگہ لو گے۔

امید ہے کہ تمہاری چوہیا بعافیت ہو گی اس کے لئے ایک بوسہ اڑا رہا ہوں۔"

حمید نے خط پڑھ کر بڑے ڈرامائی انداز میں اپنے سر کو جنبش دی اور یک بیک اس کے چہرے پر اس قسم کی سنجیدگی برسنے لگی جیسے وہ یک بیک بوڑھا ہو گیا ہو۔ اس نے معنی خیز انداز میں دوبارہ اپنے سر کو جنبش دی اور ایک پر وقار بوڑھے کی طرح آہستہ آہستہ چلتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

اب وہ سوچ رہا تھا کہ اس نے حقیقتاً ایک بڑا کارنامہ انجام دیا ہے اور وہ سچ مچ فریدی کے بعد دنیا کا دوسرا سب سے بڑا سراغرساں ہے۔

اس پر یہ حماقت آمیز سنجیدگی کافی دیر تک طاری رہی اور وہ ہر لحظہ کسی جاسوسی ناول کے آئیڈیل سراغرساں کی طرح عجیب عجیب حرکتیں کرتا رہا۔

پھر اس نے صبح کا اخبار اٹھایا۔ پچھلی رات کے عجیب و غریب حادثہ کی خبر سر ورق پر ہی موجود تھی۔ اخبار کے رپورٹر کی خیال آرائیاں بڑی دلچسپ تھیں۔ لیکن وہ کسی خاص نتیجے پر نہیں پہنچا تھا۔ ماڈرن الیکٹرک سپلائی کمپنی کے کارکنوں کو بھی اس حادثے پر حیرت تھی۔ انہوں نے تسلیم کیا تھا کہ وہ دونوں مستری انہیں کی کمپنی سے متعلق تھے۔

اچانک حمید ایک نئی الجھن میں مبتلا ہو گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آخر فریدی کو پورے واقعات کا علم کیونکر ہوا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ مستریوں کے قتل کی واردات کا علم اُسے رات ہی کے کسی حصے میں بعد

کو ہو گیا ہو۔ لیکن اُسے ڈائنامیٹ کا حال کیونکر معلوم ہوا۔ وہ تو اس وقت عمارت کے اندر تھا۔

حمید اٹھ کر گیراج کی طرف بھاگا۔ کیڈی کھڑی تھی۔ اس نے اسٹپنی کھولی۔ ڈائنامیٹ ٹھیک اسی جگہ پر موجود تھا جہاں اس نے اُسے پچھلی رات کو رکھا تھا۔

”عجیب بات ہے۔“ حمید گردن جھٹک کر آہستہ سے بڑبڑایا۔ اس نے اسٹپنی کو پھر مقفل کر دیا۔

کنکسن لین کی ایک عمارت میں جہاں زیادہ تر شہر کے متمول لوگ آباد تھے لوسی حیران و ششدر کھڑی تھی اور اس کے سامنے ایک سجیلا اینگلو انڈین کھڑا اُسے احمقوں کی طرح دیکھ رہا تھا۔

”مادام لوسی۔“ اس نے آہستہ سے کہا۔ ”میں پھر کہتا ہوں کہ آپ خطرے میں ہیں۔“

”میں سمجھتی ہوں۔“ لوسی مضطربانہ انداز میں بولی۔ ”میں جانتی ہوں! مسٹر پارکر کی طویل رخصت۔ مجھے یقین ہے کہ اُن سے ضرور کوئی غلطی ہوئی اور جس سے کوئی غلط سرزد ہوتی ہے وہ ایک طویل رخصت پر روانہ کر دیا جاتا ہے.... مگر میں....!“

”کیا آپ سے غلطی نہیں ہوئی۔“ اُس نے پوچھا۔

”نہیں مسٹر لوتھر! میری دانست میں تو نہیں۔“ لوسی نے کہا۔

”پھر آپ پر پابندی کیوں لگائی گئی ہے۔“ لوتھر بولا۔ ”مجھ سے سنئے! آپ نے اس سراغ رساں کو آفس کا فون نمبر دیا تھا۔ یہ ایک بہت بڑی غلطی تھی۔“

”اوہ.... میں نے.... میں نے مسٹر پارکر کی ہدایت پر عمل کیا۔“

”لیکن مسٹر پارکر اس کا ثبوت پیش کرنے کیلئے طویل رخصت پر سے واپس نہیں آئیں گے۔“

”پھر میں کیا کروں۔“ لوسی مایوسی سے بولی۔

”میں نہیں جانتا کہ اب آپ پر کوئی افتاد پڑے۔“ لوتھر متوحش لہجے میں بولا۔ ”لیکن مادام لوسی آپ مجھے اپنے خادموں میں سے پائیں گی۔ حالانکہ آپ مجھے ہمیشہ بدگوشت سمجھتی رہی ہیں۔“

”اوہ.... نہیں مسٹر لوتھر.... میں آپ کی بہت عزت کرتی ہوں۔“

”بس عزت ہی۔“ لوتھر مایوسی سے بولا۔

”میں سمجھی۔“ لوسی ذرا سا مسکرائی۔ ”ٹھیک ہے! میں طویل رخصت پر پہنچنے کے بعد آپ کو شادی کی دعوت دوں گی۔“

"میری زندگی میں کوئی آپ کو آنکھ بھی نہیں دکھا سکتا مادام۔" لوتھر اکڑ کر بولا۔ "میں شام تک آپ کو یہاں سے نکال دوں گا۔ مطمئن رہیئے۔ عمارت کی نگرانی کے لئے کوئی نہ کوئی باہر ضرور ہوگا۔ ضرغام خطرناک آدمی ہے اسے دیکھ کر نہ جانے کیوں مجھے جنگلی سور یاد آجاتے ہیں۔"

"میں نے سنا ہے کہ وہ مسٹر پارکر کی جگہ کام کر رہا ہے۔" لوسی نے کہا۔

"یہ سچ ہے۔" لوتھر نے کہا۔ "اچھا مادام! اب میں چلا۔ شام کو یاد رکھیئے گا۔ میں کسی کے قدموں کی آہٹ بھی سن رہا ہوں۔"

لوتھر دروازے سے گذر کر کمروں میں گم ہو گیا۔

لوسی بھی قدموں کی آہٹ سن رہی تھی۔ آہٹیں نزدیک ہوتی گئیں۔ پھر سامنے والے دروازے میں ایک صحت مند اور نوجوان لڑکی دکھائی دی۔ یہ بھی اینگلو انڈین ہی تھی اور لوسی سے کہیں زیادہ حسین تھی۔

"روشی....!" لوسی نے حیرت سے کہا۔ "تم یہاں کہاں؟"

"لوسی ڈیئر۔" روشی پُر جوش لہجے میں چیخی۔ "تم بھی یہیں ہو.... میں دراصل فی الحال تمہاری جگہ پر کام کر رہی ہوں۔ حالات ٹھیک ہو جانے پر میں پھر واپس چلی جاؤں گی۔ لیکن مجھے یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ تم بھی اس عمارت میں ہو۔ چلو اچھا ہے۔ مجھے یہیں قیام کرنے کو کہا گیا ہے۔"

"مجھے خوشی ہے۔" لوسی ہنس پڑی۔ "تنہائی تو رفع ہوئی۔"

"اوہ.... مجھے تو بھوک لگ رہی ہے۔" روشی نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"میں نے بھی ناشتہ نہیں کیا۔" لوسی بولی۔

ناشتہ کر چکنے کے بعد وہ دونوں پھر اُسی کمرے میں آبیٹھیں جس میں ان کی ملاقات ہوئی تھی۔

"یہ شہر مجھے بہت پسند ہے۔" روشی کہہ رہی تھی۔

لوسی کچھ مضمحل سی نظر آرہی تھی۔ روشی نے دلچسپ باتیں چھیڑ دی تھیں۔ لوسی کبھی کبھی ہنس دیتی تھی لیکن اس کی یہ ہنسی بالکل بے جان ہوتی تھی۔

"تم کچھ مغموم نظر آرہی ہو۔" روشی نے کہا۔

"نہیں تو....!" لوسی زبردستی ہنس پڑی۔

"چھوڑو بھی۔" روشی نے ایک کھنکتا ہوا قہقہہ لگایا۔ "جوانی کے لئے اداسی زہر ہے۔ تم تو

بہت ہنس مکھ لڑکی تھیں۔"

"میں اب بھی ہوں۔" لوسی بولی۔

روشی نے اپنے بیگ سے سگریٹ کیس نکال کر لوسی کی طرف بڑھایا۔

"اوہ شکریہ!" لوسی ایک سگریٹ لیتی ہوئی بولی۔ "تم ہمیشہ اچھے سگریٹ پیتی ہو۔"

روشی ذرا سی مسکرائی وہ بیگ سے آئینہ نکال کر اپنے بھنوؤں کے زائد بال چننے لگی تھی۔

"واقعی عمدہ سگریٹ ہیں۔" لوسی دو تین گہرے گہرے کش لے کر بولی۔ "بازار میں تو یہ برانڈ نہیں ملتا۔"

"میرا ایک دوست وی آنا سے لایا ہے۔" روشی نے لاپروائی سے کہا۔ کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر روشی نے آئینہ سامنے کئے ہوئے لوسی کو کنکھیوں سے دیکھا۔ لوسی اونگھ رہی تھی۔ اس نے اپنی بوجھل پلکیں اٹھاتے ہوئے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"شائد مجھے نیند آرہی ہے۔"

"تمباکو ذرا سخت ہے۔" روشی مسکرا کر بولی۔ "تم پورا مت پیئو ورنہ چکر آجائے گا۔"

"اوہ تو کیا تم مجھے کمزور سمجھتی ہو۔" لوسی نے سوئی سوئی ہنسی کے ساتھ کہا۔ "میں پورا پیوؤں گی۔"

اس نے پھر ایک گہرا کش لیا۔ پھر وہ پے در پے گہرے گہرے کش لیتی گئی چند لمحوں بعد اس کی گردن ڈھلک گئی اور دونوں ہاتھ کرسی کے نیچے جھول گئے گہری سانسوں کے ساتھ اس کا سینہ اوپر نیچے ہو رہا تھا۔

روشی نے اپنا سامان سمیٹ کر بیگ میں رکھا اور پھر پوری عمارت کا چکر لگا آئی۔

اس کا چہرہ بڑا پر سکون نظر آرہا تھا۔ دوبارہ بیگ کھول کر اس نے ایک بڑا سا ریشمی رومال نکالا.... اور پھر بے ہوش لوسی کو عجیب نظروں سے دیکھنے لگی۔

دوسرے لمحے میں وہ اسی رومال سے لوسی کا گلا گھونٹ رہی تھی۔

لوسی ایک بار تڑپی۔ اس کا منہ کھل گیا اور آنکھیں ابل پڑیں۔ لیکن چہرہ بے جان تھا۔ وہ ربڑ کی اس گڑیا سے بہت مشابہ تھی جس کا پیٹ دباتے ہی منہ کھل جاتا ہے اور آنکھیں پھیل جاتی ہیں۔ روشی ایک جھٹکے کے ساتھ الگ ہٹ گئی۔

لوسی کے سینے کا تموج ختم ہو گیا تھا اور اس کی گردن اب بھی ڈھلکی ہوئی تھی۔ روشی نے

نہایت اطمینان سے اسی رومال سے اپنے لباس کی شکنیں درست کیں اور اسے بیگ میں رکھ لیا۔
پھر تھوڑی دیر بعد وہ دوسرے کمرے میں کسی کو فون کر رہی تھی۔

❁

آرلکچنو کی رقص گاہ قہقہوں اور سیٹیوں جیسی سریلی آوازوں سے گونج رہی تھی۔ ابھی رقص شروع ہونے میں دیر تھی۔ موسم آج پچھلے دنوں کی نسبت زیادہ بہتر تھا۔ سردی زیادہ نہیں تھی۔

سرجنٹ حمید نے محسوس کیا کہ اس پر ایک دو نہیں درجنوں نگاہیں پڑ رہی ہیں آج وہ سچ مچ پیرس کا کوئی وبونسز معلوم ہو رہا تھا۔ بہترین پریس کیے ہوئے سوٹ بے داغ اور چمکیلی سفید شرٹ اور شیشے کی طرح جھلکتے ہوئے کالر میں اس کی شخصیت اچھی طرح ابھر آئی تھی۔

لیکن وہ اپنی میز پر تنہا تھا۔ اس نے چاروں طرف دیکھا۔ اس کے علاوہ پوری رقص گاہ میں اور کوئی تنہا نہیں تھا۔ حمید کی معدے سے آہ نکلی یعنی اسے ڈکار آئی۔ دل سے آہ نکلنے کا وہ قائل نہیں تھا۔ وہ کبھی سوچ ہی نہیں سکتا تھا کہ وہ آخیر تک تنہا رہے گا۔ اُسے یقین تھا کہ اس کے مقدر کی لڑکی اُڑ کر اس تک پہنچے گی۔ لڑکیوں کے معاملے میں مایوسی اس کی شریعت میں حرام تھی۔

اسے زیادہ دیر تک راہ نہیں دیکھنی پڑی۔ اسے اپنی پشت پر ہلکی سی بڑبڑاہٹ سنائی دے رہی تھی اس نے گردن ترچھی کر کے انکھیوں سے اسے دیکھا۔ وہ ایک اینگلو انڈین لڑکی تھی۔ نیلے اسکرٹ میں بڑی اچھی لگ رہی تھی۔

وہ ادھر اُدھر دیکھ کر پھر آہستہ سے بڑبڑائی۔ ”اس شہر میں کسی تنہائی پسند کا گزر نہیں۔“

”کیا آپ نے مجھ سے کچھ کہا۔“ حمید پیچھے مڑ کر بڑے مؤدبانہ انداز میں بولا۔

”جی نہیں۔“ لڑکی بولی۔ ”میں یہ کہہ رہی تھی کہ کوئی ایسی میز نہیں جہاں میں تنہا بیٹھ سکوں۔“

”ہے کیوں نہیں!“ حمید اٹھتا ہوا بولا۔ ”لیجئے! میں باہر جا رہا ہوں۔“

”ارر.... میرا یہ مطلب نہیں!“ لڑکی بوکھلا گئی۔ ”بات یہ ہے کہ میں اس شہر میں اجنبی ہوں۔“

”تو بیٹھئے نا۔“ حمید بے تکلفی سے بولا۔ ”لاکھ اجنبی سہی لیکن یہ ٹھگوں کا زمانہ تو ہے نہیں۔“

لڑکی بیٹھ گئی۔ لیکن اس کے انداز میں اب بھی ہچکچاہٹ تھی۔ حمید نے ایک بار پھر اُسے تعریفی نظروں سے دیکھا اور وہ گھبرا کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔

”میں خود بھی بڑا تنہائی پسند ہوں۔“ حمید نے کہا۔

"تب تو میں معافی چاہتی ہوں۔" لڑکی نے اٹھنے کا ارادہ ظاہر کیا۔

"ارر.... نہیں میں یہ نہیں چاہتا۔" حمید جلدی سے بولا۔ "فضول ہے آپ کے جانے کے بعد بھی مجھے تنہائی نصیب نہ ہوگی۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔"

"یہ....!" حمید نے جیب سے چوہیا نکال کر میز پر ڈالتے ہوئے کہا "یہ میرا پیچھا نہیں چھوڑتی۔"

لڑکی یک بیک چونک کر پیچھے ہٹی پھر حیرت سے حمید کی طرف دیکھنے لگی۔

"جی ہاں۔" حمید مغموم لہجے میں بولا۔ "مجھے تنہائی کبھی نصیب نہیں ہو سکتی۔ یہ میری بد نصیبی ہے۔"

چوہیا نے میز کا چکر لگایا اور پھر حمید کے سامنے رک کر پچھلی ٹانگوں پر کھڑی ہو گئی۔

"اب دیکھئے یہ میرا مذاق اڑا رہی ہے۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "مگر نہیں مجھے اس کی جنس کے متعلق شبہ ہے۔ مجھے آج تک یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ یہ نر ہے یا مادہ۔"

"بڑی پیاری ہے۔" لڑکی نے مسکرا کر کہا اور اب وہ اُسے دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔

"آپ نے غلط اندازہ لگایا۔ میری دانست میں یہ بڑا پیارا ہے۔"

"کچھ بھی ہو! مجھے پسند ہے۔" لڑکی نے اُسے پکڑنے کے لئے ہاتھ بڑھایا اور وہ حمید کی جیب میں کود گئی۔ لڑکی ہنس پڑی اور پھر سنجیدہ ہو کر بولی۔ "کمال کر دیا آپ نے خوب ٹرین کیا ہے۔"

"جی نہیں۔ یہ مجھے ٹرین کر رہی ہے۔"

"آپ کی باتیں دلچسپ ہیں۔" لڑکی مسکرا پڑی۔

"نہیں تو! میرے ساتھی مجھے کو قنوطی کہتے ہیں۔"

"وہ قنوطی کا مفہوم ہی نہ سمجھتے ہوں گے۔" لڑکی نے کہا۔

"اونہہ ہو گا۔" حمید نے لاپروائی سے اپنے شانوں کو جنبش دی۔ "نہ جانے کیوں مجھے ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے آپ کا نام یلا یلی ہے۔"

"یلا یلی.... نہیں تو میرا نام روشی ہے۔"

"روشی....!" حمید آنکھیں بند کر کے بڑبڑایا۔ "اس نام سے تو نرگس کی کلیوں کا تصور پیدا ہوتا ہے۔"

"آپ شاعر بھی ہیں۔"

حمید نے کچھ کہا۔ لیکن موسیقی کی تیز آواز میں، وہ سن نہ سکی۔ رقص کے لئے موسیقی شروع ہو گئی تھی۔

"کیا میں درخواست کر سکتا ہوں۔" حمید نے کہا۔

"نہایت شوق سے لیکن میں بہت تھک گئی ہوں۔"

"اوہ....!" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "تب تو.... کائنات تھک گئی ہے ....یاسمین کی کلیاں نڈھال ہو گئی ہیں۔"

"میں واقعی تھک گئی ہوں۔" اس نے کہا۔ "میری طبیعت خراب ہو رہی ہے۔ میں گھر جاؤں گی۔"

"مجھے افسوس ہے۔ کیا میں کوئی خدمت کر سکتا ہوں۔"

"شکریہ! آپ بہت اچھے ہیں۔ ہم پھر کبھی ملیں گے۔ کل شام کو یہیں۔"

"میرا نام ہیمائیڈ ہے۔" حمید نے آہستہ سے کہا۔ وہ اسے رخصت کرنے دروازے تک گیا۔

روشی اخلاقاً مسکرائی۔ حمید اس کے اسکرٹ کی لہروں کو دیکھ رہا تھا جب وہ دروازے سے نکل گئی تو وہ مایوسی سے اپنی میز کی طرف واپس آیا۔ اس کی طبیعت مکدر ہو گئی تھی اور اب وہ یہاں نہیں ٹھہرنا چاہتا تھا۔ اس نے اپنے دستانے اٹھائے اور کلوک روم میں آیا۔ پھر جب خادم اسے السٹر پہننے میں مدد دے رہا تھا اس نے ایک اینگلو انڈین جوان کو دیکھا جو اسے توجہ اور دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

حمید نے فلٹ ہیٹ اٹھائی اور دروازے سے نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد کیڈی آرلکچنو کی کمپاؤنڈ سے نکل رہی تھی۔

کچھ ہی دور جانے کے بعد اس نے محسوس کر لیا کہ ایک موٹر سائیکل اس کی کار کے تعاقب میں ہے۔ حمید نے اپنے کوٹ کی جیب ٹٹولی۔ ریوالور موجود تھا۔ حمید نے سوچا چلو یہ بھی سہی۔ عرصے سے اس کا موقع نہیں ملا تھا۔ اس نے دیدہ دانستہ کیڈی کا رخ ویران راستوں کی طرف پھیر دیا اور پھر ایک ایسی سڑک پر اچانک اس نے اسے روک دیا، جو بالکل سنسان تھی۔ موٹر سائیکل فراٹے بھرتی ہوئی آگے نکل گئی۔ اب حمید اس کا تعاقب کر رہا تھا اور ساتھ ہی وہ مڑ مڑ کر دیکھتا بھی جا رہا تھا کہ کہیں اس کے پیچھے کوئی اور بھی تو نہیں ہے۔ اس کے پیچھے سڑک سنسان تھی۔ اچانک اس نے محسوس کیا کہ آگے جانے والی موٹر سائیکل کی رفتار دھیمی ہو گئی ہے اور پھر

وہ اس کی طرف مڑی۔ حمید نے کیڈی کی رفتار دھیمی کر دی۔ اس کا بایاں ہاتھ اسٹیئرنگ پر تھا اور داہنے ہاتھ میں اس نے ریوالور کا دستہ مضبوطی سے پکڑ لیا تھا۔ جیسے ہی موٹر سائیکل قریب آئی اس نے کیڈی روک دی اور موٹر سائیکل کیڈی کے فٹ بورڈ سے آ لگی۔

"میں تیار ہوں۔" حمید نے ریوالور کی نال موٹر سائیکل سوار کی پیشانی پر رکھ دی۔

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے آفیسر!" موٹر سائیکل سوار نے کہا۔

"ہو سکتا ہے۔" حمید نے آہستہ سے کہا اور ساتھ ہی اس نے بائیں ہاتھ سے ٹارچ بھی نکال لی۔

ٹارچ کی روشنی اسی اینگلو انڈین نوجوان پر پڑ رہی تھی جسے اس نے کچھ دیر قبل آرلکچنو کے کلوک روم میں دیکھا تھا۔

"آفیسر! تمہیں لوسی کی تلاش تھی۔" اینگلو انڈین نے کہا۔

"ہاں.... آں.... تم کون ہو؟"

"وہ بھی۔" اینگلو انڈین بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "مسٹر پارکر کی طرح طویل رخصت پر روانہ کر دی گئی۔"

"پارکر.... کون پارکر....؟"

"آفیسر.... میرا نام لوتھر ہے۔ میرا تعلق بھی رنگی امپورٹرز سے ہے۔"

"اوہ.... اچھا.... تو پھر....!"

"تو پھر یہ کہ آپ اور آپ کا چیف دونوں خطرے میں ہیں۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"آفیسر میں تمہیں دھوکا نہیں دوں گا۔ میرے سینے میں جہنم سلگ رہا ہے۔ انہوں نے لوسی پر بھی رحم نہ کیا۔ لوسی.... جسے میں پوجتا تھا مجھے اپنی زندگی کی پرواہ نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ مجھے بھی طویل رخصت پر روانہ کر دیا جائے گا۔ مگر مجھے پرواہ نہیں۔"

"طویل رخصت.... میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔"

"طویل رخصت....!" لوتھر کی ہنسی بھیانک تھی۔ "رنگی امپورٹرز میں طویل رخصت عالم بالا کے سفر کو کہتے ہیں۔"

"تمہارا باس کون ہے؟" حمید نے پوچھا۔

"ضرغام.... پہلے پارکر تھا.... اس کے علاوہ اور کوئی کچھ نہیں جانتا۔"

"تم کام کے آدمی ہو۔" حمید نے اس کی پیشانی سے ریوالور ہٹالیا۔

"میں پھر ملوں گا۔" لوتھر نے کہا اور موٹر سائیکل اسٹارٹ کردی۔ پھر حمید کے چہرے کے قریب اپنا چہرہ لے جاکر بولا۔ "روشنی سے ہوشیار رہنا آفیسر۔"

حمید سناٹے میں آگیا۔ موٹر سائیکل کی آواز آہستہ آہستہ دور ہوتی جارہی تھی۔

ایک عجیب حادثہ

رنگی امپورٹرز کے دفتر کے بالائی کمرے میں ضرغام اسی مشین کے سامنے کھڑا تھا۔ جس کے ذریعہ اس کے پُراسرار باس کے احکامات اس تک پہنچتے تھے۔

"تو تمہیں یقین ہے کہ فریدی غائب ہوگیا۔" مشین سے آواز آئی۔

"جی ہاں.... میں تحقیق کرچکا ہوں۔ وہ گھر پر نہیں ہے اور نہ آفس جاتا ہے۔" ضرغام نے کہا۔

"بہت بُری علامت ہے ضرغام۔" مشین سے آواز آئی۔ "جب وہ اچانک لاپتہ ہوجائے تو یہی سمجھو کہ وہ تمہارے سر پر سوار ہے۔"

"میں اس کے متعلق بہت کچھ سن چکا ہوں۔" ضرغام ہنس کر بولا۔ "لیکن میں بھی غافل نہیں ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ مجھے تم پر اعتماد ہے۔" مشین سے آواز آئی۔ "پارکر قابل اعتماد نہیں تھا۔ کیونکہ بیوقوف تھا اور تم مسٹر ضرغام ایک تراشے ہوئے ہیرے ہو۔ ہوسکتا ہے کہ کبھی دوسرے اسی مشین پر تمہاری آواز سنیں۔"

"قدردانی کا شکریہ۔ آپ ہی نے مجھے روشنی بخشی ہے۔" ضرغام نے کہا۔

"راہل اپنے ساتھیوں کی موت پر رنجیدہ ہے۔"

"میں مجبور تھا.... باس.... اگر وہ پکڑ لئے جاتے....!"

"ٹھیک ہے.... ٹھیک ہے۔ میں اس لئے تمہیں تراشا ہوا ہیرا کہتا ہوں۔ مگر دیکھو ضرغام! فریدی کتنا ہوشیار تھا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ وہ تم سے بہت قریب ہے۔ اخبارات میں اس کے

متعلق کچھ نہیں تھا.... اور سنو! مجھے یقین ہے کہ وہ ہماری راہ پر لگ گیا ہے۔ مجھے راہل کے فرار پر بھی شبہ ہے وہ خود ہی نہیں نکل بھاگا.... بلکہ بھگایا گیا ہے.... تمہیں یاد ہو گا کہ وہ رائفلوں کے ساتھ پکڑا گیا تھا۔"

"اوہ.... باس.... میں بھی اکثر یہی سوچتا ہوں کہ پولیس اس کی وساطت سے ہمیں پکڑنا چاہتی ہے۔" ضرغام بولا۔

"لیکن....!" مشین سے آواز آئی۔ "تمہارا باس احمق نہیں ہے۔ وہ راہل کو پہلے ہی اطلاع دے چکا ہے کہ وہ گوشہ نشینی اختیار کر لے۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر مشین سے آواز آئی۔ "دوسری بات! فریدی کا اسسٹنٹ یہیں موجود ہے اور وہ علانیہ گھومتا پھرتا ہے۔ تم اس سے کیا نتیجہ اخذ کر سکتے ہو۔"

"میرا خیال ہے۔" ضرغام بولا۔ "یہ بھی فریدی کی ایک چال ہے جیسے ہی ہم اس کے اسسٹنٹ پر ہاتھ ڈالیں گے وہ ہمیں آلے گا۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے ابھی تک اس کی طرف دھیان نہیں دیا۔ ویسے روشی اس کی دیکھ بھال کر رہی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اسی صورت سے ہمارا ہاتھ فریدی تک پہنچ جائے۔"

"تمہارے پہلے خیال سے میں متفق ہوں۔" مشین سے آواز آئی۔ "لیکن دوسرے میں غلطی کا امکان ہے۔ فریدی نے اپنے اسسٹنٹ کو اس لئے بیباکانہ گھومنے کو نہیں چھوڑا ہے کہ وہ خود ہی اس کے لئے پھندہ بن جائے۔ ضرغام بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔"

"آپ مجھ سے بہتر سمجھ سکتے ہیں۔" ضرغام نے نہایت ادب سے کہا۔ "لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ راہل ہی سے یہ کام کیوں نہ لیا جائے۔"

"ٹھیک ہے۔ وہ بھی فریدی کے خون کا پیاسا ہے۔ لیکن میں ابھی اس کے متعلق غور کر رہا ہوں۔ فرض کرو اگر پولیس راہل کے ذریعہ ہم تک نہ پہنچ سکی تو.... کیا ہو گا۔"

"میں نہیں سمجھا۔" ضرغام بولا۔

"فریدی کے الفاظ یاد کرو.... اس نے یہی کہا تھا نا کہ راہل ایک ہفتے سے زیادہ آزاد نہیں رہ سکتا۔ ممکن ہے کہ اس نے ٹھیک ہی کہا ہو۔ اگر وہ راہل کے ذریعہ ہمارا پتہ نہ لگا سکا تو اسے پھر گرفتار کر لے گا اور ہو سکتا ہے کہ وہ کسی طرح اس سے رائفلوں کا راز اگلوانے میں کامیاب

ہو جائے۔"

"راحل پتھر ہے باس۔" ضرغام نے کہا۔ "وہ کبھی نہ اُگلے گا۔"

"مجھے افسوس ہے کہ تم فریدی سے واقف نہیں.... ارے اس کم بخت کے طریقے بڑے سائنٹیفک ہیں۔ وہ ایسی اذیتیں دیتا ہے جو قانوناً اذیتیں نہیں ہوتیں لیکن مجرم چیخ پڑتا ہے۔ وہ اسے جذباتی ہیجان میں مبتلا کر کے اس کے ذہن کو اس نقطے پر لے آتا ہے جہاں سے پاگل پن کی سرحدیں شروع ہو جاتی ہیں۔"

"آپ بہتر سمجھ سکتے ہیں۔"

"اچھا تو سنو....!" مشین سے آواز آئی۔ "راحل کو مردہ یا زندہ پیش کرنے والے کے لئے حکومت کی طرف سے دس ہزار کے انعام کا اعلان کیا گیا ہے یہ عزت ربّی امپورٹرز کا منیجر کیوں نہ حاصل کرے۔"

ضرغام سناٹے میں آگیا۔ اس کے جبڑے ڈھیلے پڑگئے اور وہ عجیب نظروں سے مشین کی طرف دیکھنے لگا۔

کچھ دیر خاموشی رہی پھر مشین سے آواز آئی۔ "کیا سوچنے لگے۔"

"جی.... کچھ نہیں! بہت مناسب ہے۔"

"اونہہ! تم شاید ہچکچا رہے ہو۔"

"نہیں باس.... ایک ہفتہ پورا ہونے سے قبل ہی میں اسے ٹھکانے لگا دوں گا۔"

"مگر سنو! احتیاط سے.... وہ بھی کم نہیں ہے۔"

"سب ٹھیک ہو جائے گا باس۔" ضرغام نے ہنس کر کہا لیکن اس کی پیشانی پر تفکر کی گہری لکیریں تھیں۔

❁

تین دن سے حمید روشی کو یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ اس پر ہزار جان سے عاشق ہو گیا ہے۔ اس وقت بھی وہ دونوں کیفے ڈی سائپریس میں بیٹھے کافی پی رہے تھے۔

"روشی ڈیئر سٹ! میں بڑا خوش نصیب ہوں کہ تم مجھے مل گئیں.... ورنہ.... جانتی ہو کیا ہوتا۔"

"کیا ہوتا....!"

"کچھ بھی نہ ہوتا۔"

روشنی ہنس پڑی۔ "تم خطرناک آدمی ہو۔"

"ہاں ڈارلنگ.... میں محکمہ سراغ رسانی کا ایک آفیسر ہوں۔"

"ارے....!" روشی کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔ "تم نے پہلے کبھی کیوں نہیں بتایا۔"

"تم نے پوچھا ہی کب تھا۔"

"تب تو تم واقعی خطرناک ہو گے۔"

"ہاں ڈارلنگ.... میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔"

"مجھے خفیہ پولیس کے آدمی ذرا بھی اچھے نہیں لگتے۔"

"کیوں ڈارلنگ....!"

"بس یوں ہی! وہ کبھی کسی سے پُر خلوص برتاؤ نہیں کرتے۔"

"صرف مجرموں سے۔" حمید نے کہا۔

"تمہیں کیا پتہ کہ میں بھی مجرم نہیں ہوں۔" روشی اٹھلائی۔

"ہائے.... میں جانتا ہوں! تم نے لاکھوں کا سکون لوٹا ہوگا۔ ہزاروں کے دل چرائے ہوں گے۔"

"بے تکی باتیں مت کرو۔" روشی نے بگڑ کر کہا۔

"بے تکی باتوں کے لئے میں خاص طور سے مشہور ہوں۔"

"تمہارا عہدہ یقیناً بہت بڑا ہوگا۔"

"نہیں، بہت معمولی سا ہے۔ میں سارجنٹ ہوں۔"

"واقعی بے تکی باتیں کرتے ہو۔" روشی نے ہنس کر کہا۔

"کیوں....!"

"سارجنٹ بیچارے تو موٹر سائیکل بھی نہیں خرید سکتے اور تم کیڈی لاک رکھتے ہو۔"

"اوہ.... یہ تو ملکہ الزبتھ نے تحفتاً دی تھی۔"

"کیوں فضول بکتے ہو۔" روشی ہنسنے لگی۔

"یقین کرو.... میں اپنی بیوی کو یہی کہتا ہوں۔"

"بیوی....!" روشی نے حیرت سے کہا۔ "تم کہتے تھے کہ تم کنوارے ہو۔"

"میں اب بھی یہی کہتا ہوں۔"

"تم مجھے پریشان مت کرو۔"

حمید کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس لڑکی سے کس طرح پیش آئے۔ لوتھر اس سے اس دوران میں برابر ملتا رہا تھا اور اس سے اسے بہتیری کام کی باتیں معلوم ہوئی تھیں۔ لیکن روشی کے متعلق اتنا ہی بتا سکا تھا کہ وہ خاص طور پر اس کے پیچھے لگائی گئی ہے....؟ اس کا مقصد حمید کی نظروں میں یہی تھا کہ رنگی امپورٹرز والے فریدی کا سراغ چاہتے ہیں اور اب اس وقت جب اس نے کیڈی لاک کی بات چھیڑی تو اُسے بالکل یقین ہو گیا۔ وہ چند لمحے تمسخر آمیز انداز میں اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر بولا۔

"میں دنیا کا بد قسمت ترین آدمی ہوں۔"

"تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔" روشی نے کہا۔

"یہی تو مصیبت ہے۔" حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "میری باتیں ہی میری ناکامی کا باعث ہیں اور اسی بناء پر آج تک میری شادی نہ ہو سکی۔"

"ابھی تو تم کہہ رہے تھے....!"

"سنو تو! وہی بتانے جا رہا ہوں۔ ایک صاحب نے مجھے مشورہ دیا ہے کہ خود کو ہمیشہ شادی شدہ ظاہر کرو۔ ان کا خیال ہے کہ شادی شدہ آدمیوں سے لڑکیاں بہت جلد دوستی کر لیتی ہیں.... اور محض یہ سمجھ کر اس کے قریب آجاتی ہیں کہ وہ دوسری بار حماقت نہیں کرے گا۔"

"بکواس ہے۔" روشی بولی۔

"ہائیں.... تو گویا ان صاحب نے مجھے بیوقوف بنایا تھا۔" حمید نے کہا اور روشی نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اچھا اب میں انہیں بیوقوف بناؤں گا۔"

"تمہارا گھر بھی بڑا شاندار ہو گا۔" روشی نے کہا۔

"ہاں.... کیوں نہیں.... دیکھو گی۔"

"ضرور.... بزرگوں کا قول ہے کہ جھوٹے کو جھوٹے کے گھر تک پہنچا دو۔"

"کیا مطلب....!"

"میں تمہیں سمجھادوں گی کہ تم ایک معمولی سارجنٹ نہیں ہو۔"

دفعتاً حمید کے ذہن میں ایک دلچسپ خیال سر ابھارنے لگا۔ اس نے سوچا کہ اسے ضرور گھر دکھانا چاہئے۔ وہ دونوں چل پڑے لیکن راستے میں اچانک شائد روشی نے اپنا ارادہ بدل دیا۔

"میں نہیں جاؤں گی۔" اُس نے منمنا کر کہا۔

"کیوں؟"

"تم اچھے آدمی نہیں معلوم ہوتے۔"

"اوہ تو کیا تم صرف اچھے آدمیوں کے گھر جاتی ہو۔" حمید کا لہجہ طنزیہ تھا۔

"میرا موڈ ٹھیک نہیں ہے۔ مت پریشان کرو۔"

"پھر کیا کروں۔" حمید نے پیشانی پر ہاتھ مار کر کہا۔

"مجھے اگلے بس اسٹینڈ پر اتار دو۔ میں گھر جاؤں گی۔"

"اوہو ... میں پہنچائے دیتا ہوں۔ تم بس پر جاؤ گی۔ چھی چھی۔"

"نہیں میں تمہیں اپنا گھر دکھانا نہیں چاہتی۔"

"شوہر خفا ہوگا۔"

"کیا بکتے ہو! میری شادی نہیں ہوئی۔"

"معاف کرنا! مجھے پہلے سے معلوم نہیں تھا.... ورنہ.... میں....!"

"ورنہ.... تم.... کیا؟" روشی اسے گھورنے لگی۔

"بات یہ ہے کہ میں غیر شادی شدہ عورتوں سے عشق نہیں کرتا۔"

"بدتمیز ہو تم۔" روشی بگڑ گئی۔

"اس لئے نہیں کرتا۔" حمید اس کا جملہ نظر انداز کر کے بولا۔ "کہ وہ شادی پر آمادہ ہو جاتی ہیں۔"

"شٹ اپ....!"

"اب اگر تم مجھ سے نہ ملو تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ ویسے تم نے مجھے دھوکا دیا۔"

"کیا مطلب....؟" روشی یک بیک چونک کر بولی۔

"یہی کہ تم نے یہ نہیں بتایا کہ تم کنواری ہو۔"

"میں چانٹا مار دوں گی۔"

"یہی عیب ہوتا ہے، کنواری عورتوں میں۔"

"گاڑی روک دو۔"

"میں تمہیں تمہارے گھر لے جارہا ہوں۔"

"دیکھو میں بہت بُری طرح پیش آؤں گی۔"

"پہلے کب اچھی طرح پیش آئی تھیں۔"

روشی بے بسی سے ہنس پڑی اور پھر نرم لہجے میں بولی۔ "دیکھو! مجھے ایک ضروری کام یاد آ گیا ہے۔ ہم کل پھر آرلکچو میں ملیں گے۔

"نہیں! نہیں!" حمید سر ہلا کر بولا۔ "مجھ سے شریفانہ لہجے میں گفتگو نہ کرو۔ کنواری ہونے کے باوجود بھی تم غصے میں بڑی بھلی لگتی ہو۔"

"کیا فائدہ کہ میں تمہیں کسی مصیبت میں پھنسادوں۔" وہ زچ ہو کر بولی۔

"تم زیادہ سے زیادہ یہ کرو گی کہ شور مچانا شروع کردو گی۔ میں ریڈیو کھول دوں گا۔"

"خدا کے لئے تنگ مت کرو۔"

"خدا کے لئے کسی کو تنگ نہیں کرتا۔" حمید نے سنجیدہ صورت بنا کر کہا۔ "خدا کے لئے لوگ عبادت خانے بنواتے ہیں۔ یتیم خانے قائم کرتے ہیں اور دوسرے نیک کام کرتے ہیں۔"

"دیکھو! میں پھر کہتی ہوں۔"

"میں پھر سنتا ہوں۔"

روشی نے ایک بار پھر اسے قہر آلود نظروں سے دیکھا مگر خاموش رہی۔ حمید کا ذہن قلابازیاں کھارہا تھا اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس سے کیسا برتاؤ کرے۔

"تو کیا سچ مچ تم جانا چاہتی ہو۔" اس نے پھر اسے چھیڑا۔

"مجھ سے بات نہ کرو۔"

"اچھا اب نہ بولوں گا۔"

"روکو گاڑی۔" دفعتاً وہ ہسٹریائی انداز میں چیخی۔

حمید نے کیڈی روک دی اور وہ اسے قہر آلود نظروں سے گھورتی ہوئی اُتر گئی۔ حمید اُسے ایک پتلی سی گلی میں مڑتے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے مسکرا کر اپنے سر کو خفیف سی جنبش دی اور دوبارہ چل پڑا۔

اس دوران میں حمید کی عادت سی ہو گئی کہ وہ روزانہ کم از کم ایک بار جاوید بلڈنگ کی طرف سے ضرور گزرتا تھا۔ جاوید بلڈنگ جہاں راہل کی کمین گاہ تھی۔ اس کا مقصد دراصل یہ تھا کہ کسی طرح اسے فریدی پر سبقت حاصل کرنے کا موقع مل جائے۔

آج بھی اس نے حسب عادت کیڈی کا رخ جاوید بلڈنگ کی طرف موڑ دیا۔

رات معمول سے زیادہ سرد تھی۔

رنگی امپورٹرز کے منیجر ضرغام کی کار ٹھیک اسی وقت جاوید بلڈنگ کے پاس پہنچی جب حمید اس کے سامنے والی تاریک گلی میں اپنی کیڈی بیک کر رہا تھا۔ گلی بالکل سنسان تھی۔ اس نے کیڈی کھڑی کر دی۔ کچھ دیر اگلی ہی سیٹ پر بیٹھا رہا اور جاوید بلڈنگ کے بار کی طرف دیکھتا رہا جہاں دو تین آدمی اپنے سامنے بوتلیں اور گلاس رکھے ہوئے اونگھ رہے تھے.... پھر وہ بہ آہستگی پچھلی نشست پر چلا گیا۔ کیڈی کے اگلے حصے پر سڑک کی روشنی کا عکس پڑ رہا تھا اور بقیہ حصہ تاریکی میں تھا۔ حمید پر راہگیروں کی نظر پڑنا محال تھا۔

حمید کی نظریں ضرغام پر جمی رہیں۔ وہ بار میں نہیں داخل ہوا، بلکہ اپنی کار میں بیٹھا شائد کسی کا انتظار کر رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ایک آدمی بار سے نکلا۔ اس نے السٹر پہن رکھا تھا اور اس کی فلٹ ہیٹ کا کونہ پیشانی پر جھکا ہوا تھا.... اچانک ضرغام کی کار سے ایک شعلہ سا لپکا اور ساتھ ہی بار سے برآمد ہونے والا آدمی چیخ کر پیچھے ہٹ گیا وہ اپنا بایاں بازو داہنے ہاتھ سے دبائے ہوئے تھا۔ قبل اس کے کہ وہ سنبھلتا ضرغام کی کار فراٹے بھرتی ہوئی ایک طرف نکل گئی۔ چیخ سن کر بار کے اندر بیٹھے ہوئے لوگ باہر کی طرف بھاگے۔

اور وہ آدمی بھاگتا ہوا اس تاریک گلی کی طرف آ رہا تھا۔ جہاں حمید نے کیڈی کھڑی کر رکھی تھی۔ ایک لمحے کے لئے وہ ٹھٹکا پھر اس نے کیڈی کا.... اگلا دروازہ کھول کر چھلانگ لگائی۔ دوسرے لمحے میں وہ اگلی سیٹ پر تھا اور کیڈی گلی سے نکل رہی تھی۔

حمید چپ چاپ دونوں سیٹوں کے درمیان دبکا رہا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ سب کچھ اتنی جلدی میں اور اتنے غیر متوقع طور پر ہوا تھا کہ حمید کو کچھ سوچنے یا عمل کرنے کا موقع ہی نہ ملا۔ اور

اب دبکے رہنے کے علاوہ چارہ ہی کیا تھا.... اس نے ضرغام کو صاف پہچانا تھا.... اور اس نے وہ شعلہ بھی دیکھا تھا۔ شاید ضرغام نے سائیلنسر لگے ہوئے پستول سے گولی چلائی تھی۔ اس لئے قرب وجوار کے لوگ صرف زخمی ہونے والے کی چیخ سن سکے تھے۔

اور وہ زخمی آدمی اس وقت بھی آہستہ آہستہ کراہ رہا تھا اور اس کی آواز کسی زخمی بھیڑیئے کی غراہٹ سے بہت مشابہ تھی۔ حمید سوچ رہا تھا کہ اس نے یہ آواز پہلے بھی کبھی سنی ہے۔ اچانک اس کا ہاتھ جیب کی طرف گیا کیونکہ یہ آواز یقیناً راہل کی تھی.... ریوالور کے دستے پر اس کی گرفت مضبوط تھی لیکن وہ کچھ اور بھی سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ آخر ضرغام نے راہل پر گولی کیوں چلائی۔ بظاہر تو وہ دونوں ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے معلوم ہوتے تھے۔ حمید نے ریوالور کو جیب ہی میں پڑا رہنے دیا.... راہل بڑی تیزی سے کیڈی کو آگے بڑھا رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد اس نے ضرغام کی کار کو جالیا۔ پھر وہ اس سے آگے نکل گیا۔ حمید نے محسوس کیا کہ ضرغام کی کار زیادہ پیچھے نہیں ہے۔ اچانک راہل نے کیڈی کو داہنی طرف موڑ کے پورے بریک لگا دیئے۔ دوسری طرف بھی چڑچڑاہٹ کی آواز سنائی دی اور ضرغام کی کار پھسلتی ہوئی شائد کیڈی سے ایک فٹ کے فاصلے پر رک گئی... یہ سب اتنی جلدی میں ہوا تھا کہ شائد ضرغام کو سنبھلنے کا موقع بھی نہ ملا.... راہل کا ہاتھ کھڑکی سے باہر نکلا.... فائر ہوا.... اور گولی ضرغام کی کار کی ونڈ اسکرین کو توڑتی ہوئی اس کی پیشانی پر لگی.... ضرغام چیخ مار کر الٹ گیا۔ راہل کو اپنی کامیابی کا اتنا یقین تھا کہ اس نے نیچے اتر کر دیکھنے کی بھی زحمت گوارا نہ کی۔ اس نے نہایت اطمینان سے کیڈی موڑی اور شہر کی طرف چل پڑا۔ اب حمید کی باری تھی۔ اس نے جیب سے ریوالور نکالا اور راہل کی گردن پر رکھ دیا۔

"بس چپ چاپ چلتے رہو۔" حمید بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "اگر مڑ کر دیکھنے کی زحمت گوارا کی تو پھر خود سے گردن نہ موڑ سکو گے.... جہاں میں کہوں میری گاڑی چھوڑ کر اُتر جانا۔"

"تم کون ہو؟" راہل نے سہمی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"ایک ایسا آدمی جس نے ابھی تمہیں آئس کریم کھاتے دیکھا ہے۔"

"ٹھیک ٹھیک بتاؤ میرے بھائی۔" راہل کی آواز میں نرمی تھی۔

"میں ایک بلیک میلر ہوں۔" حمید نے کہا۔ "اور اس قتل کے سلسلے میں تمہیں میرا منہ بند رکھنے کے لئے کافی رقم خرچ کرنی پڑے گی۔"

راہل نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور کچھ بولے بغیر کار ڈرائیو کرتا رہا۔ ایک جگہ حمید نے اُسے کار روکنے کو کہا۔

"بس ٹھیک۔" حمید آہستہ سے بولا۔ "اب چپ چاپ اُترو اور پانچ گز کے فاصلے پر منہ پھیر کر کھڑے ہو جاؤ۔ میں نے تمہارا ریوالور جیب سے نکال لیا ہے۔ اس لئے کوئی حرکت بے کار ہوگی۔ پیچھے مڑ کر نہ دیکھنا۔" راہل اُتر گیا۔ وہ ہدایت کے مطابق منہ پھیرے کھڑا رہا اور کیڈی فراٹے بھرتی ہوئی آگے نکل گئی۔

خونی کمرہ

دوسری صبح سارجنٹ حمید نہ صرف بہت زیادہ چاق و چوبند دکھائی دے رہا تھا بلکہ خود کو ایک ذمہ دار آدمی بھی سمجھ رہا تھا۔ اس نے آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے چہرے پر سنجیدگی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ پھر پائپ سلگا کر اس آرام کرسی میں گر گیا جس پر فریدی عموماً بیٹھا کرتا تھا۔ اس نے فریدی ہی کی طرح ہونٹ سکوڑے اور پیشانی پر شکنیں ڈال کر کچھ سوچنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد اس نے ٹیلی فون ڈائریکٹری اٹھائی اور اس کی ورق گردانی کرتا رہا۔ اُسے دراصل سن سٹ ریستوران کے فون کی تلاش تھی جو اُسے جلد ہی مل گیا۔

دوسرے لمحے میں ریسیور اس کے ہاتھ میں تھا۔

"ہیلو! سن سٹ ریستوران....!"

"جی ہاں.... آپ کون ہیں۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"میں اوپر والے سے کنکشن چاہتا ہوں۔" حمید نے کہا۔

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔"

"جلدی کرو۔" حمید بولا۔ "جلدی سے کنکٹ کر دو۔ بہت ضروری ہے۔"

"آپ کون ہیں؟"

"پھر وہی بکواس۔" حمید گرج کر بولا۔ "جلدی کر و گدھے کہیں کے۔"

"ٹھہریئے۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔ تھوڑے عرصے کے بعد حمید نے پھر ریسیور

میں آواز سنی اور اسے آواز پہچاننے میں دشواری نہ ہوئی۔ یہ راہل تھا۔

"غالباً تم بول رہے ہو۔" حمید بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "پچھلی رات کی تفریح یاد ہے نا۔"

جواب میں حمید کو ہلکی سی غراہٹ سنائی دی۔ پھر راہل بولا۔ "تم ہو۔"

"ہاں میں ہوں! اور صرف ایک لاکھ میں معاملہ طے ہو سکتا ہے۔" حمید نے کہا۔

"ضرور ضرور.....!" راہل نے قہقہہ لگایا۔ "میں تمہیں کچھ پہچان رہا ہوں۔"

جواب میں حمید نے بھی قہقہہ لگا کر کہا۔ "قیامت تک نہیں پہچان سکتے۔"

"میں تمہیں اچھی طرح پہچان چکا ہوں۔" راہل غرایا۔ "پتہ نہیں اب تو کیا کرنا چاہتا ہے۔ البتہ اتنا جانتا ہوں کہ تو جس کو اپنی راہ کا کانٹا سمجھنے لگتا ہے اُسے یا تو اپنے الفاظ میں طویل رخصت پر پہنچا دیتا ہے یا وہ طریقہ اختیار کرتا ہے، جو تو نے پچھلی رات کو اختیار کیا تھا۔ کیا تو مجھے اتنا ہی بودا سمجھتا تھا کہ ایک جھینگر کے ہاتھوں مار لیا جاتا.... دیکھ گیدڑ میں شیر ہوں۔ بلیک میل کرنے کے بہانے تو مجھ سے وہ رقمیں وصول کرنا چاہتا ہے جو اب تک مجھے دے چکا ہے۔ شائد تو ضرغام سے بھی پیچھا چھڑانا چاہتا تھا تب ہی اس کے پیچھے گیا تھا اگر میں مارا جاتا تو تو اُسے بھی ٹھکانے لگا دیتا.... اچھا تو اے گیدڑ سن! تیرے خاص آدمی تیری شخصیت سے واقف نہیں.... لیکن میں تجھے پہچان گیا ہوں اور اب تو میری مٹھی میں ہے۔"

"بکواس بند کر! ذلیل کیڑے۔" حمید بڑے ڈرامائی انداز میں چیخا۔ "تیرے فرشتے بھی مجھ تک نہیں پہنچ سکتے۔"

"میں پہنچ گیا ہوں۔" راہل نے قہقہہ لگایا۔ "میں کل رات جس میک اپ میں تھا اس میں مجھے صرف ایک آدمی پہچانتا ہے اور وہ آدمی ضرغام نہیں تھا۔"

"بکواس ہے۔" حمید نے بھی قہقہہ لگا کر کہا۔ "اچھا بتا ہی دے میں کون ہوں۔" اسے پھر راہل کا قہقہہ سنائی دیا اور ٹیلی فون کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

حمید کو بڑی مایوسی ہوئی لیکن اس کا دل دھڑک رہا تھا.... یہ اس کی بڑی کامیابیوں میں سے ایک تھی۔

تھوڑی دیر بعد سرجنٹ رمیش نے اُسے فون پر اطلاع دی کہ پولو گراؤنڈ کے آگے ایک کار میں رنگی امپورٹرز کے نئے منیجر کی لاش پائی گئی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ گولی سامنے سے چلائی گئی

تھی، جو ونڈ اسکرین کو توڑ کر اس کے سر پر لگی۔

حمید بہت زیادہ مضطرب تھا وہ سوچ رہا تھا کہ راہل بتاتے بتاتے رہ گیا اور وہ شائد اس طرح فون پر کبھی نہ بتائے گا۔ اسے بڑی شدت سے فریدی کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ اس کے ذہن میں ایک پلان تھا لیکن دشواری یہ تھی کہ وہ فریدی کی مرضی کے بغیر اسے عملی جامہ نہیں پہنا سکتا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کیوں نہ راہل کو گرفتار کرلیا جائے چونکہ اُسے اس آدمی کی طرف سے چوٹ ہو چکی ہے جس کے لئے وہ کام کر رہا تھا لہٰذا وہ جھلاہٹ میں نہ صرف اس کا نام اُگل دے گا بلکہ یہ بھی بتادے گا کہ وہ اب تک اس سے کیا کام لیتا رہا ہے۔

اسے اب فریدی پر غصہ آنے لگا۔ اسے اس کی یہ بات ہمیشہ گراں گذرتی تھی کہ وہ ایسے کیسوں کے سلسلے میں روپوشی کے بعد اس سے رابطہ قائم نہیں رکھتا تھا۔

تھوڑی دیر تک غور کرنے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ جاوید بلڈنگ پر ضرور چھاپا مارنا چاہئے۔ اُسے خود بھی تو اپنے پیروں پر کھڑے ہونا ہے۔ کب تک انگلی پکڑ کر چلتا رہے گا۔ راہل پر جلد قابو پانا اشد ضروری ہے۔ ورنہ اگر ان دونوں میں سے ایک بھی مارا گیا تو ساری محنتوں پر پانی پھر جائے گا۔

اس نے بڑی خود اعتمادی کے ساتھ ریسیور اٹھایا اور نمبر ڈائیل کرنے لگا۔ دوسرے لمحے میں اپنے محکمے کے مختلف لوگوں سے گفتگو کر رہا تھا۔

❁

رگبی امپورٹرز کا عملہ متحیر رہ گیا جب ضرغام کے قتل کی خبر پھیلنے کے تین گھنٹے کے بعد ہی اس کی جگہ پر کام کے کرنے کے لئے ایک اجنبی نے دفتر میں قدم رکھا۔

یہ چوڑے چکلے جسم کا ایک معمر آدمی تھا لیکن اس کی تندرستی عمر کی زیادتی سے متاثر نہیں معلوم ہوتی تھی اس نے اس طرح ضرغام کے کمرے کا رخ کیا جیسے وہ اسے پہلے ہی دیکھ چکا ہو۔ لیکن دفتر والوں کے لئے وہ بالکل اجنبی تھا۔ ان میں شاید کسی نے اس سے پہلے اس کی شکل بھی نہیں دیکھی تھی۔

اس نے تھوڑی دیر تک ضرغام کے کمرے میں بیٹھ کر کچھ کاغذات دیکھے۔ پھر وہاں سے نکل کر بالکنی کی طرف چل پڑا جہاں چوتھی منزل پر جانے کے لئے لفٹ لگی ہوئی تھی۔ اس لفٹ کی

چابی ہمیشہ منیجر ہی کے پاس رہتی تھی اور آفس والوں کا خیال تھا کہ چوتھی منزل پر شاید منیجر دن کے آرام کرنے کا کمرہ ہے۔ ویسے وہ کمرہ ان کے لئے پُر اسرار ضرور تھا کیونکہ ان میں سے کسی کو بھی آج تک اُسے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ لفٹ ہمیشہ مقفل رہتی تھی اور اُسے منیجر کے علاوہ اور کوئی استعمال نہیں کر سکتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد نیا منیجر اسی مشین کے سامنے مؤدب کھڑا تھا۔

"کیا تم ہو مسٹر شیام....!" مشین سے آواز آئی۔

"جی ہاں....!"

"تمہیں نمبر چار میں ہدایات ملیں ہوں گی۔"

"جی ہاں....!" شیام نے کہا۔

"تم ضرغام کی جگہ پر کام کرو گے۔ کافی ذہین آدمی تھا۔ لیکن ذرا جلد باز تھا۔ بہر حال مجھے اس کی موت پر صدمہ ہے۔"

نیا منیجر خاموش کھڑا رہا۔ تھوڑی دیر بعد مشین سے پھر آواز آئی۔ "ضرغام نے اپنے کاغذات اور نقشے بڑی ذہانت سے مرتب کئے تھے۔ تم انہیں دیکھ کر ہی سب کچھ سمجھ لو گے۔ ویسے مجھے تمہارے متعلق اطلاع ملی ہے کہ تم بھی بہت تجربہ کار آدمی ہو۔"

"قدر دانی ہے جناب کی۔" شیام نے کہا اور سوٹ کیس فرش پر رکھ دیا جسے اس نے ابھی تک ہاتھ میں ہی لٹکا رکھا تھا۔

"اچھا سنو! سب سے پہلے تم راہل کو ٹھکانے لگا دینے پر زور دو گے۔ یہ بہت بُرا ہوا کہ اسے اپنے حملہ آوروں کی شخصیت کا علم ہو گیا.... وہ جاوید بلڈنگ کی چوتھی منزل کے پانچویں فلیٹ میں مقیم ہے.... اوہ کیا.... ذرا ٹھہرو.... ایک منٹ۔"

مشین سے آواز بند ہو گئی۔ شیام بدستور کھڑا رہا۔ تھوڑی دیر بعد پھر آواز آئی۔

"مسٹر شیام کیا تم نے دروازہ بند کر دیا ہے۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔"

"ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ شیام اپنے غسل خانے میں بیہوش پڑا دیکھا گیا ہے اور اُسے کسی طرح ہوش ہی نہیں آ رہا تھا۔"

''شاید آپ مذاق فرما رہے ہیں۔'' شیام نے جلدی سے کہا۔

''نہیں مسٹر شیام میرا مذاق تو موت سے شروع ہوتا ہے اور موت ہی پر ختم ہو جاتا ہے۔''

''پتہ نہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں۔'' شیام دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا اس نے جھپٹ کر ہینڈل گھمانے کی کوشش کی لیکن اس میں جنبش تک نہ ہوئی۔

''بھاگو نہیں مسٹر شیام۔'' مشین سے طنز میں ڈوبی ہوئی آواز آئی۔ ''یہ پورا کمرہ کل پرزوں پر ہے۔ بٹن دباتے ہی دروازے پر تالا لگ گیا ہے، جو اب باہر ہی سے کھل سکتا ہے اور لفٹ جو تمہیں اوپر لائی تھی نیچے چلی گئی۔''

''آپ پتہ نہیں کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہیں۔'' شیام نے کہا۔

''نہیں مسٹر فریدی۔'' مشین سے آواز آئی۔ ''اس کمرے میں میرے منیجروں کے علاوہ اور کوئی داخل نہیں ہو سکتا۔ دوسرے کی سزا ہر حال میں موت ہے۔''

شیام نے کچھ جواب نہ دیا۔ اس نے تیزی سے اپنا سوٹ کیس کھولا اور اس کی ساری چیزیں الٹ پلٹ ڈالیں۔

''سناؤ میرے بیٹے۔'' فریدی نے سیدھے کھڑے ہو کر کہا۔ اس نے نہایت اطمینان سے اپنے ہونٹوں میں سگار دبا لیا تھا اور اب اسے سلگانے جا رہا تھا۔

''تمہاری بدولت میرا بڑا نقصان ہوا ہے۔''

''اور اب آخری اور سب سے بڑے نقصان کے لئے تیار ہو جاؤ۔'' فریدی نے کہا۔

''بہت اچھے۔'' مشین سے قہقہہ بلند ہوا۔ ''نادان لڑکے تمہیں کوئی وصیت تو نہیں کرنی ہے۔''

''وصیت تو نہیں بلکہ ایک پیشین گوئی کرنی ہے۔'' فریدی نے سگار کا کش لے کر کہا۔ ''وہ یہ کہ میں اپنے ہاتھوں سے تمہارے ہتھکڑیاں لگاؤں گا۔''

''کیا تم اس بل بوتے پر کہہ رہے ہو کہ تمہیں میرے آرگنائزیشن کا علم ہو گیا ہے۔ سنو بھولے لڑکے.... آرگنائزیشن تو بنتے بگڑتے رہتے ہیں لیکن اس کا خالق یعنی میں تمہاری دسترس سے بہت دور ہوں۔ مجھے پانے کی خواہش چاند کیلئے ہمکنے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔''

''تم میری جیب میں رکھے ہوئے ہو۔'' فریدی نے پُر سکون لہجے میں کہا۔

مشین سے پھر قہقہہ بلند ہوا۔ ''تمہاری باتیں دلچسپ ہیں۔''

"لیکن میرے دوست.....!" فریدی نے کہا۔ "میں وہاں نہیں جاسکتا جہاں پار کر اور ضرغام گئے ہیں اور غالباً وہ لڑکی لوسی بھی۔ میں تم جیسے ذلیل وطن دشمنوں اور قوم فروشوں کے لئے زندہ رہوں گا۔"

"تم مجھے قوم فروش کہہ رہے ہو۔" مشین سے آواز آئی۔ "حالانکہ میں ایک نہ مٹنے والی قوم کی تعمیر کا پروگرام لے کر میدان میں آیا ہوں۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو ذلیل کیڑے۔ تم ایک جنگ باز ملک کے ایجنٹوں کے ہاتھ بک گئے ہو اور بھولے بھالے قبائیلیوں کو بغاوت پر اکسا کر انہیں اسلحہ سپلائی کر رہے ہو۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ تم میرے ہی ہاتھوں کتوں کی موت نہ مرو گے۔"

"خاموش رہو بد تمیز.....!"

فریدی نے قہقہہ لگایا۔

"چپ رہو۔" مشین سے آواز آئی۔ "مرنے کیلئے تیار ہو جاؤ۔ میرے پاس وقت کم ہے۔"

"میں نے بھی وقت کی کمی ہی کی بناء پر یہاں تک پہنچنے میں جلدی کی ہے۔" فریدی لاپروائی سے بولا اور سگار کو فرش پر پھینک کر اُسے جوتے سے مسل دیا۔

دفعتاً مشین کے ایک سوراخ سے دھوئیں کی ایک پتلی سی لکیر نکل کر بل کھانے لگی۔ فریدی نے جھپٹ کر سوٹ کیس سے گیس ماسک (گیسوں سے محفوظ رہنے والا نقاب) نکال لیا۔

"اب دیکھو تم ایک کتے کی طرح مر جاؤ گے۔" مشین سے قہقہے کے ساتھ آواز آئی۔

دوسرے لمحے میں فریدی گیس ماسک کو اپنے چہرے پر چڑھا چکا تھا۔ کمرے میں دھواں بھرنے لگا تھا۔ فریدی نے خواہ مخواہ کھانسنا اور کراہنا شروع کر دیا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ زمین پر پیر بھی پٹخ رہا تھا۔

"اب بتاؤ کون مر رہا ہے۔" مشین سے آواز آئی۔

"ارے بچاؤ!" فریدی گھٹی گھٹی سی آواز میں چیخا۔ "میں مرا.....!"

وہ برابر کھانستا رہا۔ کمرے میں دھواں اچھی طرح بھر گیا تھا۔ مشین سے قہقہے بلند ہو رہے تھے۔ کھانستے کھانستے فریدی کی آواز مضمحل ہوتی گئی۔ اور پھر اس نے اس طرح فرش پر پیر مارے جیسے وہ گر گیا ہو..... اور پھر وہ بالکل خاموش ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد دھواں پھر مشین کے اسی سوراخ میں داخل ہو رہا تھا جس سے نکلا تھا۔ دو منٹ کے اندر کمرے کی فضا صاف ہو گئی.... اور پھر کھٹاکے کی آواز کے ساتھ دیوار برابر ہو گئی۔

فریدی نے گیس ماسک اُتار کر سوٹ کیس میں بند کر دیا۔ اس کے ہونٹوں پر تمسخر آمیز مسکراہٹ تھی۔ وہ تھوڑی دیر تک کھڑا کچھ سوچتا رہا پھر اس نے دروازہ کھولنے کی کوشش شروع کر دی۔ لیکن ایک گھنٹے تک سر مارنے کے باوجود بھی وہ نہ کھل سکا۔

آخر فریدی نے اس کا خیال ہی ترک کر دیا.... اس نے سگار سلگایا اور دیوار سے ٹیک لگا کر فرش پر بیٹھ گیا۔ اُسے یقین تھا کہ کوئی نہ کوئی اس کی لاش کو ٹھکانے لگانے کے لئے ضرور آئے گا۔ مگر ہو سکتا ہے کہ یہ کام رات کو سر انجام دیا جائے۔

❁

سرجنٹ حمید نے جاوید بلڈنگ کا محاصرہ کر لیا تھا۔ کچھ لوگ سامنے سے چوتھی منزل کے پانچویں فلیٹ کے سامنے پہنچ گئے تھے اور کچھ لوگ جن کی رہنمائی سرجنٹ حمید کر رہا تھا سن سٹ ریستوران میں گھس پڑے تھے۔ ریستوران کا مالک چیختا پیٹتا ہی رہ گیا لیکن سرجنٹ حمید ٹھیک اس جگہ پہنچ گیا جہاں سے ایک پوشیدہ لفٹ چوتھی منزل کے پانچویں فلیٹ تک پہنچنے کا ذریعہ تھی۔

لیکن چوتھی منزل کے پانچویں فلیٹ پر پہنچ کر انہیں بڑی مایوسی ہوئی۔ کیونکہ وہاں پندرہ بیس بکریاں بڑے پُر سکون انداز میں کھڑی جگالی کر رہی تھیں اور فرش پر مینگنیوں کے ڈھیر تھے.... راہل یا اس کے ساتھیوں کا کہیں پتہ نہ تھا۔

پھر پوری بلڈنگ چھان ڈالی گئی مگر نتیجہ مایوسی۔

حمید کو بڑا تاؤ آیا.... وہ ریستوران کے منیجر پر برس پڑا۔

"آخر اس پوشیدہ لفٹ کا کیا مطلب ہے۔" اس نے اس سے پوچھا۔

"جناب والا.... یہ کوئی جرم تو نہیں۔" اُس نے نہایت ادب سے کہا۔ "میری بکریوں کو زینے طے کرنے میں دشواری ہوتی تھی لہٰذا میں نے لفٹ کا انتظام کر لیا۔"

"قطعی بیکار بات۔" حمید جھنجھلا کر بولا۔ "بکریوں کیلئے لفٹ کے مصارف.... لغو.... فضول۔"

"اب جناب شوق ہی تو ہے۔" منیجر نے کہا۔ "اگر میری بکریاں کہیں تو میں اپنا کلیجہ بھی نکال کر انہیں کھلا سکتا ہوں۔ میں تو اب ان کے سینگوں کے لئے سونے کے خول بنوا رہا ہوں۔ یہ بات

آپ کے لئے اور مضحکہ خیز ثابت ہوگی۔ اگر آپ کہیں تو میں آپ کو ان کے گرم سوٹ بھی دکھا سکتا ہوں۔"

"بند کرو یہ بکواس....!" حمید نے کہا۔ "تم پولیس کی بلیک لسٹ پر بہرحال رہو گے....اور کبھی نہ کبھی۔"

"ذرا ٹھہریئے۔" منیجر نہایت سعادت مندی سے بولا۔ "کیا پولیس کو میری بکریوں کی وجہ سے کوئی تکلیف پہنچی ہے۔"

"راہل کل تک یہیں تھا۔" حمید نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔

"رہا ہوگا۔" منیجر نے لاپروائی سے کہا۔ "میں اسے پہچانتا نہیں۔ یہ ایک ایسی جگہ ہے کہ یہاں دن بھر سینکڑوں آیا جایا کرتے ہیں۔ لیکن میرے لئے اس کا خیال رکھنا مشکل ہے کہ آنے والا راہل تھا یا کوئی پولیس آفیسر۔ ویسے اگر میرے لائق کوئی خدمت ہو تو ضرور فرمایئے میں ہر ایک کا خادم ہوں۔"

بہرحال حمید کو بڑی خفت کا سامنا کرنا پڑا۔ درجنوں آنکھیں اسے طنزیہ انداز میں گھور رہی تھیں.... اور وہ دل ہی دل میں اپنا سر پیٹ رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ فریدی اُسے نہ جانے کس حال میں پہنچا دے۔

❁

فریدی نے سگار سلگایا۔ وہ بڑی دیر سے کمرے کا چکر لگا رہا تھا اور اُسے یہاں مقید ہوئے دو گھنٹے ہو چکے تھے۔ اس نے دوبارہ اس مشین کو چھیڑنا مناسب نہ سمجھا۔

ٹھیک ساڑھے تین بجے اُس نے دروازے کے تالے میں کنجی گھمانے کی آواز سنی۔ وہ پہلے ہی سے اس کے لئے تیار تھا۔ اس نے پھرتی سے فرش پر لیٹ کر سانس روک لی۔ آنے والے نے کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔

چند لمحے چپ چاپ دروازے کے قریب کھڑا رہا۔ پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا فریدی کے پاس آیا اور پھر جیسے ہی وہ اسے دیکھنے کے لئے نیچے جھکا فریدی نے اس کی گردن پکڑ لی۔ دوسرے لمحے میں وہ فرش پر تھا۔ فریدی نے اس کا منہ دبا رکھا تھا اور وہ اُسے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ لیکن اس کی آنکھوں میں خوف کی بجائے حیرت تھی۔

فریدی نے اس کا گلا گھونٹنا شروع کر دیا۔ اس نے جدوجہد کرنی چاہی لیکن جنبش نہیں کر سکا۔ بہر حال وہ جلد ہی بیہوش ہو گیا.... فریدی اُسے چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔

اس نے اس کی جیبیں ٹٹول کر دروازے کی کنجی نکالی اور اپنا سوٹ کیس سنبھالتا ہوا باہر نکل گیا۔ آفس میں قدم رکھتے ہی فریدی نے اپنا چہرہ ایسا بنالیا جیسے وہ ابھی ابھی سو کر اٹھا ہو۔ کلرکوں نے اُسے حیرت سے دیکھا لیکن کسی نے کچھ کہا نہیں۔

ضرغام کے کمرے میں پہنچ کر اُس نے وہ الماری کھولی جس میں ضرغام کے مرتب کئے ہوئے نقشے اور کاغذات تھے۔

تقریباً بیس منٹ بعد وہ ہونٹوں میں سگار دبائے اپنا سوٹ کیس سنبھالے رخصت ہوتے ہوئے کلرکوں کے سلام کا جواب سر کے اشارے سے دیتا ہوا سڑک پر آ گیا۔

فریدی کی واپسی

حمید بُری طرح اکتایا ہوا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔ پچھلے روز اسے راہل کے معاملے میں بڑی خفت ہوئی ہوتی اگر ڈی۔ ایس۔ پی بھی اس کا ہم خیال نہ ہو گیا ہوتا۔ ریستوران میں پوشیدہ لفٹ کی موجودگی مشتبہ تھی۔ ریستوران کا منیجر شبہ کی بناء پر حراست میں لے لیا گیا تھا۔

حمید ٹہلتا رہا.... اچانک ایک نوکر کمرے میں داخل ہوا۔

"ایک ملاقاتی ہیں آپ کی۔" نوکر نے شرارت سے مسکرا کر کہا۔

"بٹھاؤ۔" حمید نے اُسے قہر آلود نظروں سے گھور کر کہا.... نوکر منہ بنا کر ہنستا ہوا چلا گیا۔

حمید نے آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر ٹائی کی گرہ درست کی.... سر پر ہاتھ پھیرا اور ڈرائنگ روم کی طرف چل پڑا اور پھر وہاں روشی کو دیکھ کر اس کی جھنجھلاہٹ اور بڑھ گئی۔

"دیکھو.... میں نے تمہارا گھر ڈھونڈ لیا نا؟" روشی اٹھلا کر بولی۔

"کمال کر دیا تم نے تو.... بھلا کیسے ڈھونڈا....؟"

"بس پتہ لگا لیا.... پتہ لگانے کے لئے تمہاری کیڈی ہی کا حوالہ دینا کافی ثابت ہوا تھا۔"

"اوہ....!" حمید ہنسنے لگا۔

"واقعی تمہارا مکان بڑا شاندار ہے۔"

"ہاں.... آں....!" حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔"دیکھو گی۔"

"ضرور.... ضرور....!"

"تو آؤ....!"

حمید نے اُسے پورا گھر دکھایا صرف ایک کمرہ باقی رہنے دیا جس میں فریدی کے پالتو سانپ تھے۔ اس دوران میں حمید نے باتوں ہی باتوں میں روشی کا ہینڈ بیگ اس کے ہاتھ سے لے لیا تھا اور اب وہ حمید کے ہاتھ میں تھا۔

"واقعی! تم لارڈوں کی طرح رہتے ہو۔"

"لیکن خدارا! مجھ سے شادی کی درخواست نہ کرنا۔" حمید نے کہا۔"ورنہ میرا باپ مار مار کر میری کھال گرادے گا۔"

"تم بہت بدتمیز ہو۔" روشی پیشانی پر شکنیں ڈال کر بولی۔

"اوہ.... معاف کرنا میں بھول گیا تھا.... کہ تم کنواری ہو۔"

"میں جارہی ہوں۔" روشی بھنائی۔

"اچھا چھوڑو! اب مذاق نہیں کروں گا۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔"آؤ اب تمہیں اپنے عجائبات کا مجموعہ دکھاؤں۔"

دوسرے لمحے میں حمید اُسے سانپوں کے کمرے میں لے جارہا تھا۔

"چلو اندر چلو۔" حمید نے دروازہ کھول کر اُسے دھکا دے دیا۔ دروازہ روشی کے پیچھے بند ہو چکا تھا۔ حمید اُسے مقفل کر کے کھڑکی کے پاس آگیا۔ روشی اندر سے بگڑ رہی تھی۔

"یہ کیا حرکت ہے۔"

"ذرا پیچھے دیکھو۔"

روشی نے پلٹ کر دیکھا اور چیخ مار کر کھڑکی کی طرف بھاگی۔ درجنوں سانپ جالی کے خانوں سے رینگ کر باہر آرہے تھے۔ حمید نے اس کا ہینڈ بیگ کھول کر ایک چھوٹا سا پستول نکالا۔

"روشی ڈارلنگ کیا تمہارے پاس اس پستول کا لائسنس ہے۔"

"خدا کے لئے۔" روشی ہسٹریائی انداز میں چیخی۔ "مجھے باہر نکالو۔"

وہ سلاخیں پکڑ کر کھڑکی میں چڑھ آئی تھی اور پلٹ پلٹ کر ان سانپوں کی طرف دیکھ رہی تھی، جو فرش پر رینگ رہے تھے۔

"پار کر کہاں گیا؟" حمید نے کہا۔ "لوسی کہاں گئی.... ضرغام کا کیا حشر ہوا۔ کیا تم ان سے ملنے نہیں جاؤ گی۔"

"خدا کے لئے مجھے نکالو۔"

"تمہارا باس کون ہے۔"

"میں نہیں جانتی۔"

"خیر تو میں چلا.... جب یہ سانپ ناشتہ کر چکیں تو مجھے مطلع کر دینا۔"

"ٹھہرو....!" روشی چیخی۔ "میں سب کچھ بتادوں گی۔ مجھے نکالو.... خدا کے لئے۔"

دو چار سانپ کھڑکی کے نیچے بھی رینگ آئے تھے اور روشی عنقریب بیہوش ہو جانے والی تھی۔

"تو تم بتاؤ گی.... ویسے تمہارا اطمینان کر دوں کہ تم اس عمارت سے باہر نہ جا سکو گی۔"

"جو کچھ مجھے معلوم ہے بتادوں گی۔"

حمید نے دروازہ کھول دیا اور وہ جھپٹ کر باہر نکلی۔ حمید دروازہ دوبارہ مقفل کر کے جیسے ہی مڑا.... روشی نے اپنے بلاؤز کے گریبان سے دوسرا پستول نکال لیا۔

"میرا ہینڈ بیگ میری طرف پھینک دو، ورنہ گولی مار دوں گی۔"

حمید نے اس کا ہینڈ بیگ اس کی طرف اچھال دیا۔ جیسے ہی وہ اُسے سنبھالنے کے لئے ایک طرف جھکی اس کی نظریں بہک گئیں اور دوسرے لمحے میں حمید اس کے اوپر تھا۔

"ہٹو چھوڑو.... میں شور مچاتی ہوں۔" روشی ہانپتی ہوئی چیخی۔

نوکر دور کھڑے دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے روشی کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ لیا تھا۔

"دروازے بند کر دو....!" حمید نے ان سے کہا اور وہ چپ چاپ کھسک گئے۔

حمید روشی کا پستول بھی چھین چکا تھا اور وہ نڈھال ہو گئی تھی۔

"اب بتاؤ" وہ اُسے بازوؤں میں اٹھا کر کرسی پر ڈالتا ہوا بولا۔

"میں کچھ نہیں جانتی۔"

"تمہارا اباس کون ہے؟"

"نہ جانے تم کیا بک رہے ہو۔ میں ایسا مذاق پسند نہیں کرتی۔"

"اور مجھے یہ بہت اچھا لگتا ہے کہ تم ایک پستول گریبان میں رکھتی ہو اور دوسرا بیگ میں۔"

"میری مرضی۔"

"میں لائسنس دیکھنے کا مجاز ہوں۔"

"وہ گھر پر ہے۔"

"دو پستولوں کا لائسنس۔" حمید طنزیہ لہجے میں بولا۔

دفعتاً روشی کے چہرے کی حالت بدل گئی۔ وہ پہلے سے کچھ زیادہ دلیر نظر آنے لگی تھی۔

"کیسے.... پستول تم نہ جانے کیا بک رہے ہو۔ تم انہیں خواہ مخواہ میرے سر تھوپنا چاہتے ہو۔ پہلے مجھے گھر دکھانے کے بہانے یہاں لائے۔ پھر زبردستی کرنی چاہی۔ میں نے انکار کیا تو اب مجھے قانونی گرفت میں لینے کی دھمکیاں دے رہے ہو۔ تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ میں رگبی امپورٹرز سے متعلق ہوں۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو لڑکی۔" برآمدے سے آواز آئی اور حمید بے ساختہ اچھل پڑا.... یہ فریدی کی آواز تھی.... دوسرے لمحے میں فریدی کمرے کے اندر تھا۔

پھر وہ حمید کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "اب یہ کھیل ختم کرو، ورنہ میں تمہیں جان سے مار دوں گا۔"

"آپ اسے نہیں جانتے۔" حمید نے کہا۔

"نہ میں جاننا چاہتا ہوں۔" فریدی خشک لہجے میں بولا۔

"یہ میری زندگی برباد کرنا چاہتا تھا۔" روشی آنکھوں پر رومال رکھ کر سسکیاں لیتی ہوئی بولی۔ "دو پستول زبردستی میرے گلے لگانا چاہتا تھا۔ مگر دنیا میں انصاف بھی ہے سب اندھے نہیں ہوتے۔"

"میں جانتا ہوں لڑکی۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "تم واقعی بہت نیک ہو۔ ضرغام کے چارج میں آنے سے پہلے تم نمبر چار کے مسٹر شیام کے لئے جلال آباد میں کام کر رہی تھیں اور تمہارا پورا نام ریشل اینتھلو ہے۔ اب سے پانچ سال قبل تم پر زہر خوانی کا الزام لگایا گیا تھا.... اور تم مسٹر شیام کی جھوٹی شہادت کی بناء پر بری کر دی گئی تھیں۔ اس وقت سے تم اس کی مٹھی میں ہو.... بولو.... اور کچھ بتاؤں۔"

روشی سہمی ہوئی نظروں سے فریدی کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"مگر.....!" فریدی نے سگار سلگاتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں ابھی پولیس کے رنگروٹوں کے حوالے نہیں کروں گا۔ فی الحال تم میری نجی قید میں رہو گی اور وہ سرکاری حوالات سے بہتر ہے۔"

"میں تم لوگوں پر حبس بے جا کا مقدمہ چلادوں گی۔" وہ پھر بپھر گئی۔

"خیال بُرا نہیں۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔ پھر حمید سے بولا۔ "اسے کوئی تکلیف نہ ہونے پائے لیکن تم عاشق کے فرائض نہیں انجام دو گے۔"

اور پھر روشی کو اُسی تاریخی تہہ خانے میں منتقل کر دیا گیا جہاں کبھی سر نتھال[1] جیسی معزز ہستیاں آرام کر چکی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد فریدی حمید سے کہہ رہا تھا۔ "تمہارا پرسوں رات والا کارنامہ قابل ستائش ہے لیکن کل تم نے راہل کی قیام گاہ پر چھاپہ مار کر حماقت کا ثبوت دیا ہے۔"

"آپ کو کیسے معلوم ہوا۔"

"میں تم سے پہلے سے وہاں موجود تھا اور اسی گلی میں جہاں تم نے کیڈی کھڑی کی تھی اور جب راہل کیڈی کو ضرغام کے تعاقب میں لے جا رہا تھا تو میں کیڈی ہی میں موجود تھا۔"

"کہاں....؟"

"میں نے اسٹپنی کھول لی تھی۔" فریدی نے کہا۔ "لیکن واپسی کے حالات مجھے نہیں معلوم کیونکہ میں ضرغام کی خیریت دریافت کرنے کے لئے اُتر گیا تھا۔"

حمید نے واپسی کا واقعہ سنایا۔ فریدی بڑی دلچسپی سے سنتا رہا۔ بہر حال وہ حمید کو تعریفی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"اور پھر میں نے۔" حمید بولا۔ "کل صبح راہل کو سن سٹ ریستوران کی وساطت سے فون کیا اور اس سے کہا کہ میں اُسے بلیک میل کروں گا۔ وہ سمجھا کہ شاید میں وہی شخص ہوں جو اُس سے ابھی تک کام لیتا رہا ہے اور اس کی باتوں سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ بھی اس پُر اسرار آدمی کی اصلی شخصیت سے واقف نہیں ہے۔"

"یہ حقیقت ہے۔" فریدی نے کہا۔ "اس کے خاص آدمی بھی نہیں جانتے کہ وہ کون ہے وہ ایک عجیب و غریب مشین کے ذریعہ ان تک اپنے پیغامات پہنچاتا ہے۔"

---

[1] سر نتھال کی خوفناک داستان کے لئے جاسوسی دنیا کا پہلا خاص نمبر "موت کی آندھی" ملاحظہ فرمائیے۔

"آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ راہل کو شاید مشین کا حال بھی نہیں معلوم تھا۔" حمید نے کہا۔

"میں ضرغام کی لاش دیکھنے کے لئے رک گیا تھا۔ حقیقتاً وہ اس وقت زندہ تھا۔ گولی اس کے سر کے اوپری حصے کو پھاڑتی ہوئی نکل گئی تھی۔ بھیجا محفوظ تھا۔ اس نے تقریباً آدھے گھنٹے تک مجھ سے گفتگو کی تھی۔ وہ اپنے آقا کے انتہائی ظالمانہ رجحانات پر جھلایا ہوا تھا اس لئے اس نے سب کچھ اگل دیا خود اس کی مرضی یہی تھی کہ راہل سے بگاڑ نہ پیدا کیا جائے لیکن وہ حکم کی تعمیل پر مجبور تھا۔ اس نے پارکر کی موت کے متعلق بھی بتایا جو کبھی اطمینان سے بتاؤں گا۔ مشین کا راز بھی اسی سے معلوم ہوا۔ نمبر چار کی حقیقت بھی اسی نے کھولی۔ وہ ماڈرن الیکٹرک سپلائی کمپنی ہے۔ رگبی امپورٹرز والے اُسے نمبر چار کہتے ہیں۔ ضرغام پہلے اسی کا منیجر تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ اس کی موت کے بعد رگبی امپورٹرز کے دفتر میں اس کی جگہ کون سنبھالے گا.... ہاں تو میں نے اس کی موت کے بعد ہی اپنا لائحہ عمل تیار کر لیا۔ مختصر یہ کہ میں نے تھوڑی دیر تک رگبی امپورٹرز کے منیجر کے فرائض انجام دیئے۔"

اس کے بعد فریدی نے اس خونی کمرے کی داستان چھیڑتے ہوئے کہا۔ "بس ذرا سی چوک یہ ہوگئی کہ جلدی میں میں مسٹر شیام کا کوئی معقول انتظام نہ کر سکا وہ بیہوشی کی حالت میں کسی کو مل گیا اور اس نے اپنے پُراسرار مالک تک اس کی اطلاع پہنچا دی۔"

"مجھے بھی اس کمرے کو دیکھنا چاہئے۔" حمید بولا۔

"جلد ہی دیکھ لو گے۔ ویسے میرا خیال ہے کہ اب وہ مشین وہاں نہ ہوگی۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر اچانک حمید کو کچھ یاد آگیا اور اس نے کہا۔ "آپ کو ڈائنا میٹ کا حال کیسے معلوم ہو گیا تھا۔ بظاہر تو آپ وہاں سے چلے گئے تھے۔"

فریدی ہنسنے لگا۔

"بیٹے حمید....!" اس نے کہا۔ "تم اگر ڈائنا میٹ میری کار کے نیچے سے نہ ہٹاتے تب بھی میں زندہ رہتا۔"

"اب خواہ مخواہ بات نہ جتائیے۔" حمید منہ بنا کر بولا۔

"اچھا بیٹے! ذرا اس ڈائنا میٹ کو کھول کر تو دیکھو۔ کیا اس کا انفجاری[1] خانہ خالی نہیں ہے۔ تم نے مجھے اُن دو آدمیوں کے متعلق فون کیا تھا؟ ظاہر ہے کہ میں بھی اُن کی طرف سے غافل نہیں

---

[1] Explosive Chamber

رہ سکتا تھا۔ خصوصاً ایسے وقت میں جب کہ ہائی سر کل نائٹ کلب ہیں چیف مدعو تھے۔ ان دونوں نے اپنا سوٹ کیس مالتی کی جھاڑیوں میں چھپا دیا تھا میں نے اس کی تلاشی لی۔ اس میں وہی ڈائنا میٹ موجود تھا۔ میں نے اس کا آتش گیر مادہ رکھنے والا خانہ خالی کر دیا لیکن اس صورت میں بھی تمہاری کارگزاریوں کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جب تم پر کاہلی مسلط نہ ہو تو تم بہترین کارنامے انجام دیتے ہو۔"

"شاباش....!" حمید منہ بنا کر اپنی پیٹھ ٹھونکتا ہوا بولا.... دفعتاً اُسے لوتھر یاد آگیا اور اس نے اس کے متعلق بھی فریدی کو بتایا۔

"اس سے کہہ دو کہ وہ اب تم سے ملنے کی کوشش نہ کرے۔ وہ ایک بہترین گواہ ثابت ہوگا۔"

کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر حمید بولا۔ "خوب یاد آیا۔ راہل نے کہا تھا کہ وہ اُسے اچھی طرح پہچان گیا ہے اور اس سلسلے میں اس نے ایک بات اور کہی تھی کہ پچھلی رات والے میک اپ میں مجھے صرف ایک ہی آدمی پہچان سکتا تھا لیکن وہ ضرغام نہیں تھا۔"

"کیا؟" یک بیک فریدی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

وہ عجیب آنکھوں سے حمید کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"کیا تم اسی بات کو راہل ہی کے الفاظ میں نہیں دہرا سکتے۔" فریدی آہستہ سے بولا۔

"ٹھہریئے! میں یاد کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اس نے کہا تھا.... اچھا تو اے گیدڑ سن۔ تیرے خاص آدمی بھی تیری شخصیت سے واقف نہیں لہٰذا میں پہچان گیا ہوں اور اب تو میری مٹھی میں ہے۔ میں کل رات جس میک اپ میں تھا اس میں مجھے صرف ایک ہی آدمی جانتا ہے.... لیکن وہ آدمی ضرغام نہیں تھا۔"

"خوب....!" فریدی بڑبڑایا.... وہ بے چینی سے کمرے میں ٹہلنے لگا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے حمید کی طرف مڑ کر کہا۔ "ٹیلی فون ڈائریکٹری۔"

حمید ٹیلی فون ڈائریکٹری لینے چلا گیا.... فریدی ٹہلتا رہا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا اور آنکھوں میں وہی پُر اسرار چمک جاگ اٹھی تھی۔ جو شکار کے قریب ہونے پر عموماً دکھائی دیتی تھی۔

حمید ٹیلی فون ڈائریکٹری لے کر واپس آگیا۔ فریدی اس کی ورق گردانی کرتا رہا۔ پھر اپنی

خواب گاہ میں چلا گیا جہاں فون رکھا ہوا تھا۔

حمید بھی اس کے پیچھے کمرے میں داخل ہو گیا۔ لیکن فریدی شائد آخری جملے کہہ رہا تھا۔

"بہر حال چوکنے رہیئے۔ میں انتہائی کوشش کر رہا ہوں۔ مجھ سے رابطہ قائم رکھئے گا۔"

پھر اس نے ریسیور رکھ دیا اور بھاگتا ہوا گیراج کی طرف جانے لگا تھا۔ چلتے چلتے حمید سے کہتا گیا.... نو بجے رات کو ہائی سرکل نائٹ کلب میں ملنا۔

❁

آگ اسی حصے میں شروع ہوئی تھی جس میں رنگی امپورٹرز کا دفتر تھا اور پھر وہ اتنی تیزی سے پوری عمارت میں پھیل گئی تھی جیسے اس کی دیواروں میں گارے کی جگہ آتش گیر مادے بھرے رہے ہوں۔

فائر بریگیڈ کا ایک پورا دستہ بڑی دیر سے آگ پر قابو پانے کے لئے جدوجہد کر رہا تھا۔ لیکن ابھی تک کامیابی نہیں ہوئی تھی اور اب احتیاط کو مدِ نظر رکھتے ہوئے قرب و جوار کی دوسری عمارتوں کو بھی خالی کرایا جانے لگا تھا۔

سرجنٹ حمید کو دو فرلانگ ادھر ہی اپنی موٹر سائیکل روک دینی پڑی کیونکہ سڑک بند ہو چکی تھی۔ اس حصے میں صرف آگ بجھانے والی سرخ سرخ گاڑیاں اِدھر سے اُدھر دوڑتی پھر رہی تھیں۔

حمید کو یہ معلوم کرنے میں دیر نہ لگی کہ آگ کہاں لگی ہے۔ اسے اس پر تعجب نہیں ہوا۔ ویسے اسے اس بات پر حیرت ضرور تھی کہ یہ حادثہ اتنی دیر میں کیوں ہوا۔ اسے تو ایک دن قبل ہی ہو جانا چاہئے تھا۔

اس نے گھڑی دیکھی۔ ساڑھے آٹھ ہو چکے تھے اور اُسے ٹھیک نو بجے ہائی سرکل نائٹ کلب پہنچنا تھا۔ اس نے اپنی موٹر سائیکل ایک گلی میں موڑ لی۔

وہ اس وقت ہائی سرکل نائٹ کلب پہنچا جب نو بجنے میں صرف پانچ منٹ رہ گئے تھے۔ وہ موٹر سائیکل کھڑی کر کے اندر جانے ہی والا تھا کہ فریدی نے اُسے آہستہ سے آواز دی۔

"آؤ! موٹر سائیکل یہیں چھوڑ دو۔"

"آگ کے متعلق آپ کو معلوم ہوا۔" حمید نے پوچھا۔

"کیسی آگ۔"

"رنگی امپورٹرز کے دفتر والی عمارت جل رہی ہے۔"

"مجھے حیرت نہیں ہوئی۔" فریدی نے کہا۔ "اُسے پہلے ہی جلنا چاہئے تھا۔ مگر اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے کیا وہ آگ انہی لوگوں نے لگائی ہے۔"

"کیا اس میں بھی کوئی شبہ ہے۔"

"نہیں فرزند۔ اگر انہیں لگانی ہوتی تو کل ہی لگاتے جب میں وہاں سے نکل بھاگا تھا۔ یقین رکھو کہ ابھی تک ہمارے پاس ان کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے۔ جرم ثابت کرنے کے لئے دانتوں پسینہ آئے گا۔ وہ بڑے دیدہ دلیر ہیں۔ ضرغام کے ترتیب دیئے ہوئے جو کاغذات میں نے حاصل کئے ہیں وہ بھی ایسے نہیں، جو انہیں جکڑ سکیں اور پھر اس کا سرغنہ....!"

فریدی خاموش ہو گیا۔ وہ دونوں کمپاؤنڈ کے باہر آئے۔ فریدی نے ایک ٹیکسی رکوائی اس نے آہستہ سے ڈرائیور سے کچھ کہا جسے حمید نہ سن سکا۔ ٹیکسی چل پڑی۔

"لیکن پھر آگ کس نے لگائی۔" حمید نے کہا۔

"غالباً یہ راہل کا انتقامی جذبہ ہے۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"ہو سکتا ہے۔ لیکن ہم کہاں جا رہے ہیں۔"

"ایک آدمی کو چیک کرنا ہے۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ اس کے ذہن میں بیک وقت کئی سوال گونج رہے تھے۔ لیکن خاموش ہی رہا۔ فریدی نے ایک سنسان سڑک پر ٹیکسی رکوائی۔ اور پھر وہ ایک طرف پیدل چل رہے تھے۔ رات بہت سرد تھی لیکن مطلع ابر آلود نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ تاریکی نہیں تھی۔ سڑک چھوڑ کر وہ پگڈنڈی پر ہولئے جو کھیتوں کے درمیان سے گذرتی تھی۔

"آخر ہمیں جانا کہاں ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"بس چلتے رہو۔ مجھے صرف ایک ذرا سی تصدیق کرنی ہے۔ کسی خاص حادثے کی توقع نہیں۔"

انہیں زیادہ دور نہ جانا پڑا۔ کھیتوں کے دوسری طرف ریلوے لائن کے قریب پہنچ کر فریدی رک گیا۔ اس نے جیب سے ٹارچ نکالی اور ادھر اُدھر روشنی ڈالنے لگا۔ پھر روشنی کا دائرہ ریلوے لائن کی دوسری طرف ایک چھوٹی سی پختہ عمارت پر رک گیا۔ قرب و جوار میں کوئی دوسری عمارت نہ تھی۔ البتہ اس سے تھوڑے فاصلے پر ننھے ننھے چراغ نظر آرہے تھے۔ شاید وہ کوئی چھوٹا

ساگاؤں تھا۔

دونوں ریلوے لائن عبور کر کے عمارت کے قریب آئے۔ اندر کی روشنی کھڑکیوں سے دکھائی دے رہی تھی۔ فریدی نے صدر دروازے کو دھکا دیا۔ وہ کھلا ہوا تھا۔ دونوں اندر پہنچے۔ لیکن ٹھٹک گئے۔ ان کے سامنے تین آدمی کھڑے تھے اور ان کا رخ دروازے ہی کی طرف تھا۔ لیکن انہوں نے ان دو آدمیوں کو نہیں دیکھا جو دروازے کے دونوں طرف کھڑے تھے۔ دوسرے ہی لمحے میں ان کے سروں پر لوہے کی دو موٹی موٹی سلاخیں پڑیں اور وہ وہیں ڈھیر ہو گئے۔

"آئے تھے کس لئے اور ملا کون۔" ایک آدمی نے قہقہہ لگا کر کہا۔ "خیر یہ بھی راہل کے لئے تحفہ ہی ہے۔"

"آج رات ہماری ہے۔" دوسرے نے نعرہ لگایا۔

"کاش وہ بھی مل جاتا۔" تیسرا بڑبڑایا۔ "سردار نہ جانے کہاں رہ گئے۔"

ارے!

انہیں ہوش میں آنے میں زیادہ دیر نہیں لگی لیکن ان کے ہاتھ پیر جکڑے ہوئے تھے اور کمرے کا دروازہ باہر سے بند تھا۔ ان کے ہاتھ چونکہ پشت پر بندھے ہوئے تھے لہٰذا وہ وقت کا بھی اندازہ نہ لگا سکے۔ ویسے دوسرے کمرے سے اب بھی قہقہوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔

"اب فرمایئے۔" حمید نے سرگوشی کی۔

"مجھے افسوس ہے کہ یہ مجھ سے پہلے ہی پہنچ گئے۔" فریدی نے کہا۔

"شاید انہیں راہل کی واپسی کا انتظار ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔"

"آپ کسے دیکھنا چاہتے تھے۔" حمید نے پوچھا۔

"باغیوں کو اسلحہ سپلائی کرنے والے کو۔"

"اوہ.... تو کیا آپ اس کی شخصیت سے واقف ہو گئے ہیں۔"

"قطعی....!"

"کون ہے؟"

فریدی نے جواب نہ دیا۔ حمید بھی خاموش ہی رہا۔ اس کے چہرے پر عجیب طرح کی مسکراہٹ تھی۔ فریدی نے بھی اسے گھور کر دیکھا۔ لیکن وہ بدستور مسکراتا رہا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی بات کا منتظر ہو۔

"آج تم بڑے دلیر نظر آ رہے ہو۔" فریدی نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مجھے خوشی ہے کہ آج میری ساری مصیبتوں کا خاتمہ ہونے جا رہا ہے۔" حمید بولا۔ "راہل یقیناً ہمیں زندہ نہ چھوڑے گا۔"

"اوہ تو تم زندگی اور موت کے متعلق سوچ رہے ہو۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔ "میں یہ سوچ رہا تھا کہ اگر راہل نے اس آدمی کو مار ڈالا تو مجھے بڑا افسوس ہوگا۔ کیونکہ وہ میرا شکار ہے۔"

"خیر منایئے۔" حمید ہنس کر بولا۔ "ابھی ذرا سی دیر میں راہل گردن توڑ کر رکھ دے گا۔ خیر آپ کو اسی طرح مرنا ہی تھا۔ مجھے دیکھئے بن کھلے مرجھا رہا ہوں۔ والد صاحب کا سہرا بھی نہ دیکھ سکا۔"

"بہت چہک رہے ہو حمید! آخر معاملہ کیا ہے۔"

اور پھر وہ سارا معاملہ دوسرے ہی لمحے میں فریدی کو نظر آ گیا۔ حمید کے دونوں ہاتھ پیروں کی رسیاں کھولنے کے لئے آزاد تھے۔ اس نے بڑی لاپرواہی سے رسیاں ایک طرف ڈال دیں اور داہنا گال کھجانے لگا۔ فریدی اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

پھر حمید نے فریدی کی رسیاں کھول دیں۔

"تم واقعی آج کل بڑے باکمال ہو رہے ہو۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"اوہ.... یہ اس محبوبہ دلنواز کا کارنامہ ہے۔" حمید اپنی ولایتی چوہیا کو ہتھیلی پر رکھ کر پیار سے اس کی پیٹھ پر انگلی پھیرتا ہوا بولا۔

"تم میں سچ مچ شیطان حلول کر گیا ہے۔" فریدی ہنس پڑا۔

لیکن انہیں دوسرے ہی لمحہ سنجیدہ ہو جانا پڑا۔ فریدی اپنی جیبیں ٹٹول رہا تھا۔ لیکن ان کے ریوالور تو پہلے ہی نکالے جا چکے تھے۔ فریدی نے جھپٹ کر لیمپ بجھا دیا۔ کمرہ تاریک ہو گیا۔

"انہیں بھی ختم کر دو۔" باہر کسی نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ فریدی اور حمید دروازے کے قریب آ گئے۔

"اوہ! یہاں تو اندھیرا ہے۔" دروازہ کھولنے والے نے کہا۔ دو آدمی اندر داخل ہوئے اور حمید نے دفعتاً ایک کو سنبھال لیا۔ قبل اس کے کہ وہ آواز بھی نکالتا اس کا گلا گھونٹ دیا گیا۔ حمید نے دوسرے لمحے میں اس کے ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا۔ فریدی نے بھی شائد یہی کیا تھا کیونکہ دروازے کے دوسرے گوشے سے بھی کسی قسم کی آواز نہیں آئی تھی۔

وہ دونوں آہستگی سے دوسرے کمرے میں آئے یہاں سناٹا تھا۔ بقیہ تین آدمی غائب تھے۔

انہوں نے دوسرے کمرے کے کواڑ کھولے۔ مکان میں چار کمرے تھے۔ اور ان میں بہت ہی معمولی قسم کا فرنیچر تھا۔ ایک کمرے میں انہیں کچھ ہاتھ کی بنائی ہوئی تصویریں ملیں۔ ایک طرف ایزل رکھا ہوا تھا جس پر چڑھے ہوئے کینواس پر ایک ادھوری تصویر تھی۔ قریب ہی سٹول پر رنگ کے ڈبے اور برش رکھے ہوئے تھے۔ وہ دونوں پھر اسی کمرے میں چل پڑے جہاں پہلی بار انہوں نے پانچ آدمیوں کو دیکھا تھا۔ لیکن انہیں رک جانا پڑا کیونکہ اس کمرے میں کئی آدمیوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ ان دونوں نے ریوالور کے دستے مضبوطی سے پکڑ لئے۔ فریدی نے آہستہ آہستہ دروازہ کھولا اور دوسرے کمرے میں کسی نے چیخ کر کہا۔ "وہ دیکھئے۔"

پھر فریدی اور حمید نے کچھ ایسی آوازیں سنیں جیسے حملے کے لئے رائفلیں تیار کی جارہی ہیں۔

"بیکار ہے! چپ چاپ باہر نکل آؤ۔" کمرے سے آواز آئی۔ "مکان چاروں طرف سے گھرا ہوا ہے۔"

فریدی اور حمید نے حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ یہ آواز ان کی جانی پہچانی تھی لیکن وہ راہل کی نہیں ہو سکتی تھی۔

"اپنا اسلحہ باہر پھینک دو۔" آواز پھر آئی۔

فریدی نے مسکرا کر حمید کو آنکھ ماری اور انہوں نے اپنے ریوالور کھلے ہوئے دروازے سے دوسرے کمرے میں پھینک دیئے۔

"ہاتھ اٹھائے ہوئے باہر آجاؤ۔"

فریدی اور حمید ہاتھ اٹھائے ہوئے کمرے سے نکل گئے۔

"ارے آپ!" کوتوالی انچارج انسپکٹر جگدیش بے اختیار اچھل پڑا اور اس کے ساتھیوں نے رائفلیں نیچی کر لیں۔

"تم کیسے آئے۔" فریدی نے پوچھا۔

"اس کمرے میں دو لاشیں ہیں۔" جگدیش نے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

"ہاں.... وہ راہل کے آدمی ہیں۔" فریدی بولا۔

"راہل کے آدمی۔" ایک آدمی چیخ پڑا۔ یہ جگدیش ہی کے ساتھ تھا اور فریدی اور حمید نے اُسے نظر انداز کر دیا تھا۔

"یہی صاحب! مجھے یہاں لائے ہیں۔ انہوں نے ریلوے کیبن سے مجھے فون کیا تھا۔" انسپکٹر جگدیش نے کہا۔

"آپ کی تعریف....!" فریدی نے اُسے گھور کر پوچھا۔

"یہ سر.... اوہ! ایک بہت بڑا سانحہ ہو گیا ہے فریدی صاحب۔"

"کیا....؟" فریدی چونک کر بولا۔

"ریلوے کیبن کے نیچے سر جگدیش کی لاش پڑی ہے۔" انسپکٹر جگدیش نے کہا۔

"کیا....؟" فریدی بے اختیار چیخ پڑا۔

"جی ہاں! جگدیش کی لاش.... سر جگدیش یہاں اس مکان میں اپنے کسی دشمن کے خوف سے روپوش تھے۔ یہ مکان مسٹر آکاش کا ہے۔" کوتوالی انچارج نے اس اجنبی کی طرف اشارہ کیا۔ "آپ آرٹسٹ ہیں۔"

فریدی پھر اُسے گھورنے لگا۔

"پھر....!" وہ کوتوالی انچارج کی طرف مڑا۔

"سر جگدیش یہاں آج بھی آئے تھے۔" کوتوالی انچارج نے بیان جاری رکھا۔

"تقریباً نو بجے چھ آدمیوں نے مکان پر حملہ کیا۔ سر جگدیش اور مسٹر آکاش پچھلے دروازوں سے نکل کر بھاگے۔ کچھ دور ہی پہنچے تھے کہ پیچھے سے گولیاں برسنے لگیں۔ مسٹر آکاش بھاگتے ہی گئے۔ انہیں اس کا ہوش نہیں تھا کہ سر جگدیش بھی ان کے ساتھ ہیں یا نہیں۔"

"پھر کیا ہوا۔" فریدی نے آکاش آرٹسٹ کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"میں ایک جگہ ٹھوکر کھا کر گر پڑا۔" آرٹسٹ نے سراسیمگی سے کہنا شروع کیا۔ "پھر میں نے بڑی دیر تک اٹھنے کی ہمت نہیں کی۔ فائر ہونے بند ہو گئے تھے۔ میں نے سر جگدیش کو آہستہ سے

پکارا۔ لیکن جواب نہ ملا.... اور پھر جب میں ڈرتے ڈرتے واپس آ رہا تھا تو میں نے ریلوے کیبن کے پاس ایک لاش دیکھی وہ سر جگدیش تھے۔ تب میں نے اوپر کیبن میں جاکر پولیس کو فون کیا۔"

"کیبن مین موجود تھا۔" فریدی نے پوچھا۔

"جی ہاں وہ موجود تھا۔"

"تو اس نے بھی فائروں کی آوازیں سنی ہوں گے۔"

"ضرور سنی ہوں گی۔"

"ہوں....!" فریدی کوتوالی انچارج کی طرف مڑا۔ "اب لاش کہاں ہے؟"

"وہیں!" کوتوالی انچارج نے کہا۔

"سر جگدیش سے آپ کا کیا تعلق تھا۔" فریدی نے آکاش سے پوچھا۔

"وہ میرے بہت پُرانے گاہک تھے۔" آکاش بولا۔ "اکثر مجھ سے تصویریں بنواتے رہتے تھے اور آج دوپہر کو وہ یہاں آئے۔ انہوں نے چند روز میرے ساتھ قیام کرنے کی کوشش کی۔ انہیں کسی دشمن کا خوف تھا۔"

فریدی چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "اچھا تو یہ تینوں لاشیں اب اٹھنی چاہئیں اور مسٹر آکاش کیا آپ بھی کوتوالی تک چلنے کی زحمت گوارا کریں گے۔ ایک بہت بڑا آدمی مار ڈالا گیا ہے۔"

کوتوالی کے ایک بڑے کمرے میں اعلیٰ حکام اکٹھا تھے۔ ایک طرف پلنگ پر سر جگدیش کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ ہر ایک کی نظر فریدی کے چہرے پر تھی، جو اپنے سینے پر دونوں ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ اس نے آکاش آرٹسٹ کی طرف دیکھ کہا۔ "میں نے ہی سر جگدیش کو اس بات کی اطلاع دی تھی کہ راہل ان کی تاک میں ہے۔ اس پر انہوں نے میرا شکریہ ادا کیا تھا اور مجھے بتایا تھا کہ وہ کہاں پناہ لینے جا رہے ہیں۔ میں نے ان کے گھر کا فون نمبر استعمال کیا تھا....اور انہوں نے اسی نمبر پر مجھ سے گفتگو کی تھی۔ لیکن جب میں ان کے گھر پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ پچھلے دو دنوں سے گھر سے باہر تھے.... کیا یہ ایک غیر ممکن بات نہیں تھی۔ سر جگدیش نے گھر سے باہر کہیں میری ٹیلی فون کال ریسیو کی تھی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ٹیلی فون کے محکمے نے ایک ہی نمبر دو مختلف جگہوں کو دیئے ہیں؟ میرا خیال ہے کہ اس سوال کا جواب اثبات میں نہ ملے گا۔"

"مسٹر فریدی۔" ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے فریدی کو متنبہ کیا۔"جو کچھ کہیئے سوچ سمجھ کر کہیئے۔ آپ ایک نیک نام اور معزز شہری پر الزام لگا رہے ہیں۔ اگر آپ کے پاس مستحکم ثبوت نہ ہو تو زبان بند ہی رکھنا مناسب ہے۔"

"مجھے افسوس ہے کہ راہل نے جلد بازی سے کام لیا۔" فریدی نے کہا۔"بہر حال میں جو کچھ بھی کہنا چاہتا ہوں اُسے سن لیجئے۔ پچھلی مرتبہ راہل ایک ایسے ٹرک کے ساتھ گرفتار ہوا تھا جس میں رائفلیں بھری ہوئی تھیں۔ راہل نے اُن کے متعلق کوئی تسلی بخش جواب نہیں دیا تھا۔ اسی دوران میں مجھے کسی ذریعہ سے پتہ چلا کہ شمالی مشرقی علاقے کے باغی قبائل ویسی ہی رائفلیں استعمال کر رہے ہیں جیسی راہل کے قبضے سے بر آمد ہوئی تھیں۔"

"آپ کو کن ذرائع سے معلوم ہوا تھا؟" ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے سوال کیا۔

"افسوس یہ ہے کہ یہ میرے محکمے کا راز ہے اور عدالتی کاروائی سے قبل میں اسے ظاہر نہیں کر سکتا۔"

فریدی کے ڈی۔ آئی۔ جی نے اُسے مسکرا کر دیکھا اور فریدی بولتا رہا۔ اس نے رنگی امپورٹرز والے واقعات دہرانے شروع کیئے اور پھر بولا۔"میں نے خود اپنی آنکھوں سے وہ مشین دیکھی ہے۔ افسوس کہ راہل نے اس عمارت میں آگ لگا کر سب کچھ برباد کر دیا۔"

"لیکن یہ کس طرح ثابت کیجئے گا کہ وہ پُر اسرار آدمی سر جگدیش ہی تھا۔" ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے کہا۔

"میں واقعی مشکل میں پڑ گیا ہوں۔" فریدی آہستہ سے بڑبڑایا۔ لیکن حمید نے محسوس کیا کہ فریدی محض ایکٹنگ کر رہا ہے اور وہ حسب عادت اچانک کوئی ایسی بات کہہ دے گا کہ سب کے منہ حیرت سے کھلے رہ جائیں گے۔

"میں آپ سے کہہ رہا ہوں کہ جو کچھ کہیئے سوچ سمجھ کر کہیئے۔" ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے پھر کہا۔

"اوہ.... دیکھئے میں کوشش کرتا ہوں۔" فریدی ہکلایا۔"ثابت کرنے میں تھوڑی دشواری ہوگی۔ ویسے! میں آپ کو بتاؤں۔ ضرغام کے تیار کیئے ہوئے نقشے.... یہ رہے دیکھئے.... میں نے اس جگہ کا بھی پتہ لگا لیا ہے جہاں سے اسلحہ بھیجا جاتا ہے۔ آج بذریعہ تار مجھے اطلاع ملی ہے کہ چار سو رائفلیں اس وقت پکڑی گئیں جب انہیں قبائلیوں کے علاقے میں پہنچایا جا رہا تھا۔ اُن کے

ساتھ جمیل اور ارجن نامی دو آدمی بھی گرفتار کئے گئے ہیں اور یہ دونوں کچھ دن قبل یہاں رنگی امپورٹرز کے دفتر میں تھے۔"

"چلئے! میں نے یہ بھی مان لیا۔" ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے کہا۔ "لیکن آپ رنگی امپورٹرز سے سرجگدیش کا تعلق کس طرح ثابت کیجئے گا۔"

"دیکھئے! میں آپ کو بتاتا ہوں۔" فریدی نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "دشواریاں ضرور ہیں لیکن میں ثابت کرنے کی کوشش کروں گا.... راہل جگدیش کو ایک معاملے میں بلیک میل کر رہا تھا۔ وہ ان سے ایک مخصوص میک اپ میں ملتا تھا۔ اچھا فی الحال اس تذکرے کو جانے دیجئے.... رنگی امپورٹرز کے پُر اسرار سربراہ نے کسی بناء پر راہل کو بھی ختم کر دینے کی اسکیم بنائی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اس بات کو سمجھ گیا ہو کہ راہل کا فرار محض اس کو پھانسنے کے لئے عمل میں لایا گیا ہے۔ بہر حال اس نے ضرغام کو اس کام کے لئے مقرر کیا۔ ضرغام نے اس پر اس وقت گولی چلائی جب وہ سن سٹ ریستوران سے باہر نکل رہا تھا۔ واضح رہے کہ راہل اُس وقت اپنی اصلی شکل میں نہیں تھا۔ لیکن ضرغام نے اس پر گولی چلادی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ضرغام اُسے میک اپ میں بھی پہچانتا تھا۔"

فریدی نے بیان جاری رکھتے ہوئے کہا۔ حمید کا واقعہ بتایا کہ کس طرح اس نے راہل کو ضرغام کو قتل کرتے دیکھا تھا اور کس طرح حمید نے دوسرے دن ایک بلیک میلر کی حیثیت سے راہل کو فون کیا تھا۔

"اب آپ ہی خیال فرمایئے۔" فریدی کچھ دیر رُک کر بولا۔ "راہل کیا کہتا ہے۔ اس نے کہا کہ وہ جس میک اپ میں اس وقت تھا اس میں سوائے ایک آدمی کے اُسے اور کوئی نہیں پہچانتا تھا کہ وہ آدمی ضرغام نہیں تھا۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ ضرغام کو اس کی اطلاع اور صحیح نشانی دینے والا صرف ایک ہی شخص ہو سکتا تھا۔ وہ جو راہل کو اس میک اپ میں پہچان سکتا تھا اور وہ شخص جگدیش کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ راہل اس سے اسی میک اپ میں ملتا تھا لیکن راہل غلطی پر تھا۔ یہ بات بھی جانتا تھا کہ میں کئی بار اس کا تعاقب کر چکا تھا۔"

"معاف کیجئے گا فریدی صاحب۔" مجسٹریٹ نے کہا۔ "اس دلیل میں بھی جان نہیں ہے۔ اگر اس پُر اسرار آدمی کو راہل پر اعتماد نہیں تھا تو اس نے بھی شروع ہی سے اپنے آدمی اس کے

پیچھے لگا دیئے ہوں گے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ ہی کی طرح وہ بھی اس کے اس مخصوص میک اپ سے واقف رہے ہوں۔"

"میرے پاس کم از کم دو گواہ ایسے ہیں.... جو مسٹر پارکر اور لوسی کے قتل سے...."

"اوہ چھوڑیئے۔" مجسٹریٹ نے فریدی کی بات کاٹ دی۔ "آپ پھر رنگی امپورٹرز کے قصے کو لے بیٹھے۔ یہاں صرف سر جگدیش کا سوال ہے۔"

"میں وہی بتانے جا رہا ہوں۔" فریدی کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ کیونکہ سرجنٹ حمید اور سرجنٹ رمیش، روشی، لوتھر اور موڈرن الیکٹرک سپلائی کمپنی کے منیجر شیام کے ساتھ کمرے میں داخل ہو رہے تھے۔

"کیا خبر ہے! مسٹر شیام....!" فریدی نے کہا "نمبر چار کی مشین آخر خاموش ہو گئی نا۔"

"میں کچھ نہیں سمجھا۔ آپ کیا فرما رہے ہیں۔" شیام نے حیرت کا اظہار کیا مگر اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

"بیکار ہے مسٹر شیام.... وہ مشین اب کبھی نہ بولے گی۔ کیونکہ تمہارا پُر اسرار باس حوالات میں ہے۔"

شیام تھوک نگل کر رہ گیا۔

"اچھا لوتھر! تم بولو۔" فریدی نے کہا۔ "تمہارا ضمیر ابھی مردہ نہیں ہوا۔ تم ایک سچے عیسائی ہو۔ پارکر کیسے مرا۔"

"میں نہیں جانتا لیکن اس کی لاش صندوق میں، میں نے ہی رکھی تھی۔" لوتھر بولا۔

"مسٹر شیام کا رنگی امپورٹرز سے کیا تعلق ہے۔"

"سب ایک ہی ہیں! مطلب یہ کہ ہمارا باس ایک ہی ہے۔"

"ٹھیک مسٹر لوتھر! کیا کبھی تم نے باس کو دیکھا ہے۔"

"نہیں اس کے پیغام ہم تک منیجر کے ذریعے پہنچتے تھے۔"

"رنگی امپورٹرز کی ملازمت حاصل کرنے کے لئے کس قسم کی قابلیت کی ضرورت تھی۔"

"امیدوار کا مجرم ہونا ضروری تھا۔"

"تم کس قسم کے مجرم تھے۔"

"جعلی سکے بناتا تھا۔ ایک بار قانون کی گرفت میں آجاتا لیکن ایک نامعلوم آدمی نے مجھے بچالیا اور اسی کی وساطت سے میں رنگبی امپورٹرز میں پہنچا۔"

"نامعلوم آدمی.... کیا تم نے اس کی شکل نہیں دیکھی تھی۔"

"جی نہیں۔"

"یہ بھلا کیسے ممکن....!"

"میرے لئے اس سب انسپکٹر کو رشوت دی گئی تھی جس نے مجھے پکڑا تھا۔ پھر مجھے ایک خط ملا جس میں مجھے ہدایت دی گئی تھی کہ رنگبی امپورٹرز سے منسلک ہو جاؤں۔"

"کیا اس سب انسپکٹر کو پہچان سکتے ہو۔"

"افسوس کہ نہیں۔ نہ اب مجھے اس کی شکل یاد ہے اور نہ نام۔ پانچ سال پہلے کا واقعہ ہے۔ پتہ نہیں اب وہ کہاں ہو۔"

لوتھر کے بعد فریدی نے شیام پر سوالات کی بوچھاڑ کی۔ وہ ذرا کمزور دل کا آدمی تھا۔ اس نے تھوڑی دیر بعد سب کچھ اگل دیا۔ اس نے اعتراف کیا کہ روشی کو اسی نے رنگبی امپورٹرز کے لئے بھیجا تھا اور روشی ہی لوسی کی قاتل تھی۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ وہ قبائیلیوں کے لئے اسلحہ فراہم کرتے تھے۔

"دیکھا آپ نے۔" فریدی نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے کہا۔ لیکن مجسٹریٹ کو بھی آج شاید کچھ ضد سی ہو گئی تھی۔

"سر جگدیش کا معاملہ پھر بھی رہا جاتا ہے۔" مجسٹریٹ نے کہا۔

"سر جگدیش بڑا عجیب آدمی تھا۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "ایک طرف وہ راہل سے بلیک میل بھی ہو رہا تھا اور دوسری طرف اس سے ایک کام بھی لے رہا تھا۔"

"ثبوت مسٹر فریدی۔" مجسٹریٹ جھنجھلا گیا۔

"اوہ....!" فریدی کے محکمے کے ڈی۔ آئی۔ جی نے کہا۔ "میرے خیال سے یہ معاملہ اس وقت کے لئے ملتوی کر دیا جائے جب تک کہ راہل گرفتار نہ کر لیا جائے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کوئی ٹھوس ثبوت پیش کر سکے۔"

"مسٹر فریدی۔" مجسٹریٹ طنزیہ لہجے میں بولا۔ "پچھلی کامیابیاں اکثر بہت زیادہ خود اعتمادی

پیدا کر دیتی ہیں لیکن .... وہ خود اعتمادی حقیقتاً خود فریبی ہوتی ہے۔"

"معاف کیجئے گا۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔ "فریدی کبھی کوئی بے بنیاد بات نہیں کہتا۔"

"تو پھر دیجئے نا ثبوت۔"

"اس کا ثبوت خود سر جگدیش دے گا۔"

"کیا! بیک وقت کئی آدمیوں کے منہ سے نکلا اور سب ہی فریدی کو ایسی نظروں سے گھورنے لگے جیسے وہ یا تو پاگل ہو گیا ہو یا نشے میں ہو۔"

"فریدی ختم کرو! بیکار باتیں۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے کہا۔

"ارے تو کیا آپ کو فریدی پر اعتماد نہیں رہا۔" فریدی نے شکایت آمیز لہجے میں کہا۔

تھوڑی دیر کے لئے کمرے میں سناٹا چھا گیا۔

"حمید!" فریدی نے گرجدار آواز میں کہا۔ "سب سامان ٹھیک ہے نا۔"

"جی ہاں۔" حمید نے جواب دیا۔

"اچھا تو مسٹر آکاش کے ہتھکڑیاں لگا دو.... اور مسٹر آکاش اگر تم نے جنبش کی تو گولی مار دوں گا۔ چپ چاپ کھڑے رہو۔" فریدی نے ریوالور نکال لیا۔

حمید نے جھپٹ کر آکاش آرٹسٹ کے ہتھکڑیاں لگا دیں۔

"مسٹر آکاش۔" فریدی آہستہ سے بولا۔ "کیبن مین نے فائروں کی آواز نہیں سنی تھی۔ لیکن لاش کے زخم کی حالت بتاتی ہے کہ گولی قریب ہی سے ماری گئی تھی اور لاش کیبن کے نیچے ملی تھی۔ آخر اس نے اسی ایک فائر کی آواز کیوں نہیں سنی۔ کیا تم نے اسے ایک سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور سے نہیں قتل کیا تھا۔"

"یہ بکواس ہے۔" آکاش چیخا۔ "تم مجھے پھنسانا چاہتے ہو۔"

"حمید سامان لاؤ۔" فریدی حمید کی طرف مڑ کر بولا۔ حمید جھپٹ کر باہر نکلا اور دوسرے کمرے سے ایک سوٹ کیس اٹھا لایا۔ فریدی نے اسے کھولا۔ اس میں متعدد بوتلیں اور شیشیاں تھیں۔ آکاش نے بھاگنا چاہا لیکن حمید اور رمیش نے اُسے پکڑ لیا۔

فریدی نے چند بوتلوں اور شیشیوں سے سیال لے کر ایک بیکر میں ملائے اور بیکر کو ہاتھ میں لئے ہوئے آکاش کی طرف بڑھا۔ حمید اور رمیش اسے پکڑے ہوئے تھے۔ فریدی نے بیکر کا سیال

آکاش کے چہرے پر پھینک دیا۔

"یہ کیا لغویت ہے۔" آکاش چیخا۔ دوسرے لوگ دم بخود تھے۔

"ٹھہرو! مسٹر آکاش! میرے کسی بھی کیس میں یہی لمحہ میری دلچسپیوں کی جان ہوتا ہے۔"
فریدی نے ایک رومال سے اس کا چہرہ صاف کرتے ہوئے کہا۔

اور دوسرے لمحے حاضرین کے منہ سے عجیب عجیب طرح کی آوازیں نکلیں۔ کیونکہ ان کے سامنے ایک سر جگدیش کی لاش پڑی ہوئی تھی اور دوسرا سر جگدیش حمید اور رمیش کی گرفت میں تھا۔

"مجسٹریٹ صاحب۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔ "اب سر جگدیش سے پوچھئے کہ آخر پولیس کو اس طرح دھوکہ دینے کی کیا ضرورت تھی۔"

"اور یہ کون ہے؟" مجسٹریٹ نے لاش کی طرف دیکھ کر بوکھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"راہل....!" فریدی نے ہنس کر کہا۔ "اس نے پانچ آدمیوں کے ساتھ اس مکان پر حملہ کیا تھا جس میں سر جگدیش آکاش کے بھیس میں مقیم تھا۔ سر جگدیش صاف نکل گیا۔ راہل اکیلے ہی اس کی تلاش میں نکل گیا اور سر جگدیش نے بہت ہی قریب سے سائیلنسر لگے ہوئے پستول سے اس کی پشت پر فائر کر دیا کیوں سر جگدیش۔"

سر جگدیش اس طرح پلکیں جھپکا رہا تھا جیسے اس کی آنکھوں تلے اندھیرا آ رہا ہو۔

"اور پھر....!" فریدی نے کہا۔ "اس نے راہل پر اپنا میک اپ کر دیا۔ حمید ذرا راہل کی اصلی شکل بھی دکھا دو۔"

تھوڑی دیر بعد راہل بھی اپنی اصلی شکل میں ظاہر ہو گیا۔

"واقعی.... مم.... مسٹر فریدی۔" مجسٹریٹ نے تھوک نگل کر کہا اور پھر کھسیانے انداز میں ہنسنے لگا۔

"میرا فریدی ایک شاندار ایکٹر ہے اور شریر بھی۔" ڈی۔ آئی۔ جی ہنس پڑا۔

"اور میں.... میں تو ناکارہ اُلو کا پٹھا ہوں۔" حمید ہونٹوں میں بڑبڑا کر رہ گیا۔

ختم شد

جاسوسی دنیا نمبر 37

جنگل کی آگ

(مکمل ناول)